

MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 12:31:03 AM, 2/26/2015



فضل اکبر کاشمیری

کلمۃ الحدیث

حدیث وحی ہے

اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں مختلف اقوام کی طرف ان کی زبانوں کے مطابق اور ان کی شریعتوں کے موافق انبیائے کرام علیہم السلام کو کتابیں دے کر مبعوث فرمایا۔ مالک کائنات نے صرف آسمانی کتابیں نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آسمانی کتاب کے ساتھ اپنا نمائندہ ضرور بھیجا۔ ایسی ایک بھی آسمانی کتاب نہیں ہے جس کو کسی نبی کے بغیر نازل کیا گیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی غرض و غایت قرآنی آیات کی تشریح اور وضاحت ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ آپ، لوگوں کو بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ اس میں غورو فکر کریں۔ [النحل: ۴۴] اس آیت میں لتبین کا ل غایت کے لئے ہے۔ معلوم ہوا کہ بیان قرآن سے الگ چیز کا نام ہے اور وہ ہے حدیث۔ نبی کریم ﷺ وحی کی روشنی میں انسانوں کی تربیت فرماتے تھے۔ وحی کی دو اقسام ہیں۔

(۱) وحی متلو یعنی وحی جلی (۲) وحی غیر متلو یعنی وحی خفی۔ اول الذکر سے مراد قرآن ہے اور ثانی الذکر کو نبی ﷺ کی احادیث کہا جاتا ہے اور یہ دونوں حجت شرعیہ ہیں۔ مالک ارض و سماء فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا﴾ اسی نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے۔ (الانعام: ۱۱۴)

آیت مقدسہ میں لفظ ”مفصلاً“، الکتاب سے حال بن رہا ہے اور علمائے عربیت کے قاعدہ کے مطابق حال اور ذوالحال میں مغایرت ہوتی ہے۔ لہذا ”تفصیل“ اور ”الکتاب“ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور دوسری چیز کا اصطلاحی نام حدیث ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيِّنَاتٍ﴾ پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔ [القیمة: ۱۹]

اس آیت مبارکہ میں عربی گرامر کے لحاظ سے ثم تراخی کے لئے ہے کہ اللہ نے قرآن نازل فرمایا پھر اس کا بیان اتارا۔ یعنی حدیث بھی من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وحی کی اتباع کرنے کا حکم دیا تھا، ملاحظہ فرمائیے۔ الانعام: ۵۰، الاعراف: ۲۰۳، یونس: ۱۰۹، الاحزاب: ۲، الاحقاف: ۹۔ محمد عربی ﷺ نے اپنی پوری نبوت کی زندگی میں اس وحی کے موافق جو اعمال کئے ہیں وہ بھی وحی ہے اور وہ تمام اعمال احادیث میں موجود ہیں، یہ بالکل اس مسئلہ میں قطعی دلیل ہے۔ مندرجہ بالا آیات بینات صریح دلالت کرتی ہیں کہ احادیث صحیحہ بھی وحی میں داخل ہیں اور منزل من اللہ ہیں۔

مشہور تابعی حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کان جبریل یُنزل علی رسول اللہ ﷺ بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن و یعلمہ یاہا کما یعلمہ القرآن“۔ رسول اللہ ﷺ پر جبریل اس طرح سنت (حدیث) لے کر اترتے تھے جس طرح قرآن لے کر اترتے تھے اور آپ کو اس (سنت) کی اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن سکھاتے تھے۔ (الترمذی بن نصر المروزی: ۱۰۲ و سندہ صحیح) حدیث کے وحی غیر متلو ہونے پر علما کے اقوال کے لئے دیکھئے فتح الباری (۵/۴) تحت ح ۱۸۱۴ الاحکام لابن حزم (۵۰۹/۲) الاحکام للامدی (۱۶۲/۳)

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

نیکی اور گناہ

أضواء المصاييح في تحقيق مشكوة المصاييح

(۴۵) وعن أبي أمامة أن رجلاً سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم بما الإيمان ؟

قال إذا سرتك حسنتك وساءت سيئتك فأنت مؤمن ، قال يارسول الله !

فما الإثم ؟ قال إذا حاك في نفسك شيء فدعه ، رواه أحمد .

(سیدنا) ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ

نے فرمایا: جب تمہیں تمہاری نیکی اچھی لگے اور برائی بری محسوس ہو تو پھر تم (کامل) مومن ہو، اس نے کہا: یا

رسول اللہ! گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارے دل میں اگر کوئی چیز کھٹک جائے تو اسے چھوڑ دو۔ اس

(حدیث) کو احمد (بن حنبل رحمہ اللہ) نے (اپنی کتاب المسند ج ۵ ص ۲۵۱ ج ۲۵۱۹ میں) روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج: صحیح ہے۔

اسے ابن حبان (الاحسان: ۱۷۶، الموارد: ۱۰۳) حاکم (المستدرک ج ۱ ص ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳) بیہقی (شعب الایمان:

۴۶، ۵۷، ۶۹۹، ۶۹۹) ابن مندہ (کتاب الایمان: ۱۰۸۸) قاضی محمد بن سلام (القضاعی (مسند الشہاب: ۴۰۲)

عبدالرزاق (المصنف: ۲۰۱۰۴ نسخہ جدیدہ: ۲۰۲۷) اور طبرانی (المعجم الکبیر: ۵۳۹، المعجم الاوسط: ۳۱۰۷) نے یحییٰ بن

ابی کثیر عن زید بن سلام عن ابی سلام (مطور) عن ابی امامہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے روایت کیا ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر ثقہ ثبت ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی تھے۔ (دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین:

۲۶۲۳) دارقطنی نے فرمایا: ”معروف بالتدلیس“ آپ تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔ (العلل الواردة ۱۱ ص ۱۲۳ سوال: ۲۱۲۳)

زید بن سلام کے بھائی اور مطور ابو سلام کے پوتے معاویہ بن سلام (ثقة) نے کہا: یحییٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے میرے

بھائی زید بن سلام کی کتاب لی تھی۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۸۰۹ وسندہ صحیح) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”لم یلق

یحییٰ بن ابی کثیر زید بن سلام ، وقدم معاویة بن سلام علیہم ، فلم یسمع یحییٰ بن ابی کثیر ،

أخذ کتابہ عن أخیه ولم یسمعه ، فدلّسه عنه “ یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے ملاقات نہیں کی۔ معاویہ

بن سلام ان کے پاس آئے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے (زید بن سلام سے) نہیں سنا، اس کی کتاب اس کے بھائی سے لے لی

اور اُس سے کچھ نہیں سنا پھر اس سے تدلیس کی۔ (تاریخ ابن معین، روایت الدوری: ۳۹۸۳)

معلوم ہوا کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے زید بن سلام سے کچھ نہیں سنا بلکہ اس کی کتاب سے روایت کرتے تھے۔ کتاب سے

روایت کرنا قول رائج میں صحیح ہے بشرطیکہ کتاب کی سند میں طعن ثابت نہ ہو۔ یہاں تو واسطہ بین الکتاب ثقہ ہے لہذا یہ روایت زید بن سلام سے ثابت ہے، باقی سند صحیح ہے۔
اس روایت کے صحیح مسلم (۲۵۵۳) و سنن الترمذی (۲۱۶۵) و قال: ”حسن صحیح غریب“ وغیرہا میں شواہد بھی ہیں۔

فقہ الحدیث :

- ۱: طبیبی شارح مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ: اگر آپ نیکی کر کے خوش ہوں کہ اس پر ثواب ملے گا اور گناہ کے بعد پریشان ہو جائیں (کہ اس پر عذاب ملے گا) تو یہ اللہ اور قیامت پر ایمان لانے کی علامت ہے۔ (مرعاة المفاتیح ۱۱۶)
- ۲: اس حدیث میں ”فأنت مؤمن“ پس تم مومن ہو، سے مراد کامل الایمان ہے۔
- ۳: جن کاموں کی واضح حرمت شریعت میں مذکور نہیں ہے لیکن ان کی حلت و حرمت میں شک رہتا ہے تو ایسے تمام مشکوک امور سے مکمل اجتناب کرنا ایمان کی علامت ہے۔
- ۴: جو امور شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں ان پر عمل کرنا باعث ثواب اور ایمان کی علامت ہے، چاہے دل پسند کرے یا نہ کرے۔

۵: جس طرح انسان بیٹھی چیزوں کو پسند اور کڑوی چیزوں کو ناپسند کرتا ہے اسی طرح اہل ایمان کی دلی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نیکیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ رہے منافقین، کفار اور گناہ گار لوگ تو یہ نیکیوں سے دوری اور برائیوں سے قربت و محبت اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح دل پر سیاہ دھبے لگتے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک دن سارا دل ہی سیاہ ہو کر اپنے رب کا مکمل نافرمان بن جاتا ہے۔ یہی لوگ دنیا و آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

(۴۶) وعن عمرو بن عبسۃ قال أتیت رسول اللہ ﷺ فقلت یا رسول اللہ! من معک علی هذا الأمر؟ قال: حرو عبد، قلت بما الإسلام؟ قال: بطیب الکلام واطعام الطعام، قلت بما الإیمان؟ قال: بالصبر والسماحة، قال قلت بأي الإسلام أفضل؟ قال: بمن سلم المسلمون من لسانہ ویده، قال قلت بأي الإیمان أفضل؟ قال: بخلق حسن، قال قلت: أي الصلوٰۃ أفضل؟ قال: بطول القنوت، قال قلت بأي الهجرة أفضل؟ قال: بأن تهجر ما کره ربک، قال قلت: فأی الجهاد أفضل؟ قال: من عقر جواده وأهريق دمه، قال قلت: أي الساعات أفضل؟ قال: بجوف اللیل الآخر۔ رواه أحمد۔

(سیدنا) عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اسلام کے ابتدائی زمانے میں) آیا تو پوچھا: اس دین پر آپ کے ساتھ کون کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک آزاد مرد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور ایک غلام (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) میں نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا کلام کرنا اور (غریب و امیر کو) کھانا کھانا۔

میں نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: صبر اور فراخ دلی۔ میں نے پوچھا: کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ میں نے پوچھا: کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا اخلاق۔ میں نے پوچھا: کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: لمبے قنوت (قیام) والی۔ میں نے پوچھا: کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جسے تیرا رب ناپسند کرے تو اُسے چھوڑ دے۔ میں نے پوچھا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کا گھوڑا کاٹ دیا جائے اور اس کا اپنا خون بہا دیا جائے (یعنی شہید ہو جائے) میں نے پوچھا: (عبادت کے لئے) کون سا وقت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کا آخری حصہ۔

اسے احمد (۳۸۵/۴ ج ۱۹۶۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج: اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے امام احمد کے علاوہ ابن ماجہ (۲۷۹۴ مختصر اجداً) اور عبد بن حمید (المختب ۳۰۰: مطولاً) نے حجاج بن دینار عن محمد بن ذکوان عن شہر بن حوشب عن عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے روایت کیا ہے۔ یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

① محمد بن ذکوان المصری الازدی: ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التہذیب: ۵۸۷۱)

② یہ سند منقطع ہے۔ ابو حاتم الرازی نے فرمایا کہ: شہر بن حوشب نے عمرو بن عبسہ سے (کچھ) نہیں سنا۔ (کتاب المراسیل لابن ابی حاتم ص ۸۹) یہی بات ابو زرہ الرازی نے بھی فرمائی ہے۔

تنبیہ (۱): راقم الحروف نے ”تسہیل الحاجۃ فی تحقیق سنن ابن ماجہ“ میں ابن ماجہ والی مختصر روایت ”ای الجہاد افضل؟ قال: من أهریق دمه وعقر جواده“ کو شواہد کی وجہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ (تسہیل الحاجۃ قلمی ص ۲۲ ج ۲) کیونکہ سنن ابی داود (۱۴۳۹) میں اس متن کا ایک حسن (لذاتہ) شاہد ہے۔

تنبیہ (۲): سیدنا عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام کے ابتدائی دور میں آئے تھے اور اسلام قبول کر کے چلے گئے تھے پھر اسلام کے غلبے اور جہاد کی برکات کے بعد مدینہ تشریف لائے۔ محمد بن ذکوان راوی نے اپنے ضعف کی وجہ سے روایت کا متن گڈ کر دیا ہے جس میں بالکل ابتدائی دور میں جہاد اور نماز وغیرہ کا ذکر کر دیا ہے۔

تنبیہ (۳): جس روایت کا ضعیف ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کے فوائد وفقہ الحدیث لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۴۷) وعن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: من لقي الله

لا يشرك به شيئاً ويصلي الخمس ويصوم رمضان ، غفر له، قلت: أفلا أبشركم يا رسول الله؟

قال: دعهم يعملوا، رواه أحمد۔

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص

(اس حالت میں) اللہ سے ملاقات کرے کہ وہ شرک نہ کرتا تھا، پانچ نمازیں پڑھتا اور رمضان کے روزے رکھتا تھا (تو) اسے بخش دیا جائے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو خوش خبری نہ دے دوں؟ آپ نے فرمایا: انہیں چھوڑو وہ عمل کرتے رہیں، اسے احمد (۲۳۴/۵ ج ۸ ص ۲۲۳) نے روایت کیا ہے۔
تحقیق و تخریج: صحیح ہے۔

اس روایت کو ترمذی (۲۵۳۰) نے بھی زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے۔ یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ عطاء بن یسار (تابعی رحمہ اللہ) کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ لیکن صحیح بخاری (۷۴۲۳) و مسند احمد (۳۳۹، ۳۳۵/۲) وغیرہ ہمارے اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی بنا پر یہ روایت صحیح وغیرہ ہے۔

نیز دیکھئے اضواء المصابیح: ۲۵، ۲۹، والحدیث: ۷ ص ۴، ۵، الحدیث: ۱۸ ص ۳،

(۴۸) وعنه أنه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن أفضل الإيمان؟ قال: أن تحب لله وتبغض لله وتعمل لسانك في ذكر الله، قال: وما ذا يا رسول الله! قال: أن تحب للناس ماتحب لنفسك، وتكره لهم ما تكره لنفسك، رواه أحمد۔

اور انہیں (سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے فرمایا: تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض کرے اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مصروف رکھے۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور لوگوں کے لئے وہی ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ اسے احمد (۲۲۴/۵ ج ۸ ص ۲۲۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق و تخریج: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس سند کے دوراوی ضعیف ہیں:

① رشد بن سعد ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۴۲)

② زبان بن فائد صالح اور عابد ہونے کے باوجود حدیث میں ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۷۵)

تنبیہ: الموسوعة الحديثية (ج ۳ ص ۴۴۵) میں اس ضعیف روایت کے کچھ شواہد مذکور ہیں جو اس روایت سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

اعلان

حافظ زبیر علی زئی کا تحقیقی مضمون ”امام احمد بن حنبل کا مقام، محدثین کی نظر میں“ اگلے شمارے (۲۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔
ان شاء اللہ العزیز
فضل اکبر کاشمیری

ترجمہ و فوائد: حافظ ندیم ظہیر

فضائل اعمال

فرض نماز کے بعد اذکار کی فضیلت

(۷۷) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! مالدار لوگ اعلیٰ درجہ اور ہمیشہ کی نعمتوں میں چلے گئے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں، ہماری طرح روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقات (و خیرات) دیتے ہیں اور ہم صدقات نہیں دے سکتے اور وہ (غلام) آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کر سکتے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ سکھاؤں کہ جس کے ذریعے تم اپنے سے سبقت لے جانے والوں کو پالو اور اپنے بعد آنے والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور تم سے زیادہ افضل کوئی نہ ہو سوائے اس کے جو تمہارے جیسے ہی عمل کرے؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔

(راوی حدیث) ابوصالح نے کہا: فقراء مہاجرین (دوبارہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: ہمارے مالدار بھائیوں نے (بھی یہ) سن کر ہماری طرح کے اعمال (شروع کر دیئے) ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے [المائدہ: ۵۴]

(صحیح بخاری: ۸۴۳، صحیح مسلم: ۵۹۵)

فوائد: ایک دوسری روایت میں ”اللہ اکبر“ چونتیس مرتبہ کہنے کا بھی ذکر آیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے بعد پڑھے جانے والے کچھ کلمات ایسے ہیں کہ ان کو پڑھنے یا کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا ۳۳ مرتبہ ((سُبْحَانَ اللَّهِ)) ۳۳ مرتبہ ((الْحَمْدُ لِلَّهِ)) ۳۳ مرتبہ ((اللَّهُ أَكْبَرُ)) کہنا۔ (صحیح مسلم: ۵۹۶)

فرض نماز کے بعد اذکار کی فضیلت میں کافی احادیث ہیں۔ جن میں سے چند ایک تو اس حدیث کے متصل بعد ہی درج ہیں اور کچھ بطور فوائد ہم ذکر کئے دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۰۰۰ اسندہ حسن، الترغیب والترہیب للمذہبی ۲/۴۸۸ ح ۳۲۷، طبع دار ابن کثیر، بیروت)

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا: ”اے معاذ! اللہ کی قسم، میں تجھ سے محبت کرتا ہوں“۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم میں

بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد ”اللھم
اعیننی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک“ پڑھنا کبھی نہ چھوڑنا۔
(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۰۹، ابوداؤد: ۱۵۲۲، اسنادہ صحیح)

بعض روایات میں ”اللھم“ کے بجائے ”رَبِّ“ کے الفاظ ہیں۔ واللہ اعلم
سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین (قل اعوذ
برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھا کروں۔ (سنن ابی داؤد: ۱۵۲۳، اسنادہ حسن)
مذکورہ بالا احادیث سے نماز کے بعد اذکار کی اہمیت و فضیلت واضح ہو رہی ہے لہذا ہمیں نماز کے بعد تمام ”مسنون اذکار“
یاد کر کے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے جو کہ آہستہ آہستہ عام مسلمان بھلا رہے ہیں۔ جو نبی امام سلام پھیرتا ہے اذکار کو
نظر انداز کر کے اپنی اپنی مصروفیات میں لگن ہو جاتے ہیں یا گھر کی راہ لیتے ہیں اور بعض الناس تو ایسے ہیں کہ انہیں صحیح
احادیث سے ثابت شدہ ”مسنون اذکار“ تو یاد ہی نہیں ہوتے اور نہ اس کی طرف توجہ دیتے ہیں لیکن من گھڑت ذکر کی ضربیں
خوب لگاتے ہیں (اعاذنا اللہ منہم) یاد رہے عمل صرف وہی اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہو۔
(۷۸) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ ((سبحان اللہ)) ۳۳ مرتبہ
((الحمد للہ)) اور ۳۴ مرتبہ ((اللہ اکبر)) کہیں، پس (انصار میں سے) ایک آدمی نے خواب (میں ایک شخص
کو) دیکھا تو اس (شخص) نے کہا: تمہیں ۳۳ مرتبہ ((سبحان اللہ)) ۳۳ مرتبہ ((الحمد للہ)) اور
۳۴ مرتبہ ((اللہ اکبر)) (کہنے کا) حکم دیا گیا ہے۔ پس اگر اس میں تلبیل (لا الہ الا اللہ) کو شامل کر لو تو ان
(کلمات) کو پچیس (پچیس) مرتبہ کہو، میں نے اس (سارے قصے) کا ذکر نبی کریم ﷺ کے سامنے کیا۔ آپ
ﷺ نے فرمایا: جو تم نے دیکھا ہے اسی طرح کرو۔ یا (فرمایا) اسی طرح (کرو)۔

[مسند احمد ۱۸۴/۵، سنن النسائی ۷/۳ ح ۱۳۵۱، عمل الیوم واللیلۃ لہ: ۱۵۷، سنن الترمذی ۳/۱۳۳ و قال:
”حسن صحیح“، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۲، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۲۰۱۳، موارد الطمان: ۲۳۴۰]

فوائد: حدیث جبریل (مسلم: ۸) اذان کے سلسلے میں حدیث عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ (سنن ابی داؤد: ۳۹۹، اسنادہ
حسن) اور مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کی غرض سے فرشتے انسانی شکل میں آیا کرتے تھے اور بعد میں نبی ﷺ
(بذریعہ وحی) اس کی تصدیق فرمادیتے تھے۔ جیسا کہ اس حدیث میں بھی آپ ﷺ نے خواب سن کر تائید فرمائی۔
تو پتا چلا کہ ۳۳ بار ((سبحان اللہ)) ۳۴ بار ((الحمد للہ)) اور ۳۴ بار ((اللہ اکبر)) کے ساتھ ۲۵ مرتبہ
((سبحان اللہ)) ۲۵ مرتبہ ((الحمد للہ)) اور ۲۵ مرتبہ ((لا الہ الا اللہ)) کہنا بھی جائز ہے، دونوں میں سے کسی
بھی طریقہ پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ شریعت میں غیر نبی کے خواب قطعاً حجت نہیں ہیں، الا یہ کہ دور نبوی

میں جن خوابوں کی نبی اکرم ﷺ نے خود تصدیق فرمائی ہو، علاوہ ازیں کسی خواب سے کوئی شرعی مسئلہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ بعض الناس کے مسالک و مذاہب کی بنیاد ہی خوابوں پر ہے جو صریحاً باطل ہے۔

(۷۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ ((سبحان اللہ)) ۳۳ مرتبہ ((الحمد للہ)) اور ۳۳ مرتبہ ((اللہ اکبر)) کہا تو یہ (کلمات تعداد میں) ۹۹ ہونگے

اور سو کا عدد ((لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قذیر)) کہہ کر پورا کر لیا تو اس کے سارے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (صحیح مسلم: ۵۹۷)

فوائد: اس حدیث میں تسبیح، تحمید اور تکبیر کے ساتھ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ الخ کا اضافہ ہے اور اس کی خصوصی فضیلت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ اسے پڑھنے والے کے سارے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ دوسرا ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ: ۳۳ بار ((سبحان اللہ)) ۳۳ بار ((الحمد للہ)) ۳۳ بار ((اللہ اکبر)) ہو یا

۲۵ بار ((سبحان اللہ)) ۲۵ بار ((الحمد للہ)) ۲۵ بار ((اللہ اکبر)) ۲۵ بار ((لا الہ الا اللہ)) ہو یا ۳۳ بار ((سبحان اللہ)) ۳۳ بار ((الحمد للہ)) ۳۳ بار ((اللہ اکبر)) ۱۱ بار ((لا الہ الا اللہ وحده لا

شریک لہ الخ)) ہو، زیادہ سے زیادہ ذکر کا عدد سو ہی ہے لہذا اس سے تجاوز بہتر نہیں ہے۔ سیب بن نجہ نے

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا: ”میں نے مسجد میں ایسے لوگ دیکھے ہیں جو کہتے ہیں، تین سو ساٹھ مرتبہ ”سبحان اللہ“ کہو تو (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) کہا: ”اے علقمہ! اٹھو اور مجھے ان سے ملاؤ“ وہ آئے اور ان

(لوگوں) کے پاس کھڑے ہو گئے اور دیکھا کہ وہی کام کر رہے تھے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) فرمانے لگے کہ ”تم نے گمراہی کی دُیں پکڑ رکھی ہیں یا اپنے آپ کو محمد ﷺ کے صحابہ کرام سے زیادہ ہدایت پر سمجھتے ہو۔؟“ [البدیع والنبی عنہما

لابن وضاح: ۲۷۷ سند حسن] پتا چلا کہ اذکار میں جس تعداد کا ذکر سنت صحیحہ سے ثابت ہو اسی کے مطابق اذکار کئے جائیں۔ (۸۰) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو (ایسی) خصلتیں ہیں کہ جو

مسلمان (بھی) ان پر مواظبت اختیار کرے گا جنت میں جائے گا۔ اور وہ دونوں آسان ہیں اور جو ان پر عمل کرنے والے ہیں وہ تھوڑے ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ ((سبحان اللہ)) دس مرتبہ ((الحمد للہ)) اور دس مرتبہ

((اللہ اکبر)) کہے۔ (عبداللہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ (کی انگلیوں) پر گنتے، آپ نے فرمایا: زبان سے (ان کی) ادائیگی ڈیڑھ سو (۱۵۰) ہے (لیکن) میزان میں ڈیڑھ ہزار

(۱۵۰۰) ہیں۔ (دوسری خصلت یہ ہے کہ) جب سونے لگے تو سبحان اللہ (۳۳ بار) الحمد للہ (۳۳ بار) اللہ اکبر (۳۳ بار) کہے، یہ زبان سے ادائیگی میں ایک سو (۱۰۰) ہے (لیکن) ترازو میں ایک ہزار (شمار) ہوگی۔

تم میں سے کون ہے جو ایک دن میں ڈھائی ہزار برائیاں کرتا ہے؟

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) کہا: (پھر) کیوں نہ اس پر بیٹگی کی جائے۔ آپ نے فرمایا: حالت نماز میں تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے (اور نمازی کو بھلانے کی غرض سے) کہتا ہے: فلاں، فلاں چیز یاد کر یہاں تک کہ وہ نماز مکمل کر لیتا ہے تو ہو سکتا ہے وہ ایسا نہ کرے۔ (یعنی یہ عمل نہ کر سکے) اور (پھر شیطان اس کے پاس اس وقت) آتا ہے جب وہ اپنے بستر پر جاتا ہے پس وہ اسے تھکتا ہے یہاں تک کہ سو جاتا ہے (ترمذی: ۳۴۱۰، ابوداؤد: ۵۰۶۵، اسنادہ حسن، التلخیص: ۱۳۴۹)

فوائد: اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کس قدر محبت کرتا ہے کہ قلیل عمل پر اجر کثیر سے نوازتا ہے۔ لیکن افسوس! کہ بندہ ایسا تھوڑا عمل بھی کرنے سے قاصر نظر آتا ہے۔ دوسرا یہ کہ موتیوں یا مالاً وغیرہ پر اعداد ذکر کے بجائے ہاتھوں کی انگلیوں پر ہی گننا چاہئے یہی صحیح اور سنت طریقہ ہے۔

(۸۱) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے فجر کی نماز کے بعد اپنے پاؤں موڑے ہوئے (تشہد کی صورت میں) ہی کسی سے بات چیت کئے بغیر ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) پڑھا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس برائیاں مٹائی جائیں گی اور دس درجات بلند کئے جائیں گے اور اس دن وہ ہر برائی سے محفوظ رہے گا۔ اور شیطان سے بچایا جائے گا اور اس دن اس کی شرک کے سوا کسی گناہ پر پکڑ نہ ہوگی۔ (ترمذی: ۳۴۷۴، اسنادہ صحیح، عمل الیوم واللیلہ: ۱۲۷)

فوائد: اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بندہ اعمال کے کتنے ہی انبار کیوں نہ لگا دے، اگر اس کے اعمال میں شرک کی آمیزش ہوئی تو اس کے سارے اعمال ضائع و برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی ایک جماعت سے مخاطب ہو کر اعلان فرماتا ہے ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اگر انہوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان سب کے اعمال اکارت ہو جاتے۔ (الانعام: ۸۸)

شرک اکبر الکبائر میں سے ہے اور شرک کا ارتکاب ظلم عظیم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

مشرک اگر توبہ کے بغیر مر جائے تو اس پر ہمیشہ کے لئے بخشش کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے سوا جسے وہ چاہے بخش دیتا ہے۔ (النساء: ۱۱۶)

بلکہ مشرک پر ہمیشہ کے لئے جنت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا هُوَ النَّارُ﴾ بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت کو حرام قرار دیا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (المائدہ: ۷۲)

حافظ زبیر علی زئی

صحیح بخاری کی چند احادیث

(اور منکرین حدیث)

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ الامین ، أما بعد :
قارئین کرام !..... ایک منکر حدیث نے صحیح بخاری کی چند احادیث پر حملے کئے ہیں۔ اسی طرح کے حملے دیگر منکرین حدیث بھی کرتے رہتے ہیں لہذا عام مسلمانوں کی نصیحت اور خیر خواہی کے لئے ان اعتراضات کے مدلل جوابات پیش خدمت ہیں :

..... سے خطاب

منکر حدیث: ”ستبر ۱۹۸ میں لکھا گیا

(منکر حدیث کا نام اور اڈریس).....

صحیح بخاری کو ”اصح الکتاب بعد کتاب اللہ“ وحی ماننے والے غور کریں۔

(۱) پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ گیا (جلد دوم۔ صفحہ ۲۹۲۔ روایت نمبر ۶۲۸)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام بڑے باحیا اور ستر پوش آدمی تھے ان کے حیا کی وجہ سے ان کے جسم کا ذرا سا حصہ بھی ظاہر نہ ہوتا تھا بنی اسرائیل نے ان کو اذیت دی اور کہا یہ جو اپنے جسم کی اتنی پردہ پوشی کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ ان کا جسم عیب دار ہے یا تو انہیں برص ہے یا فتنی ہے یا کوئی اور بیماری ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان تمام بہتائیوں سے پاک کرنا چاہا سو ایک دن موسیٰ نے تنہائی میں جا کر کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے پھر غسل کیا جب غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے کپڑے پہننے چلے مگر وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا موسیٰ اپنا عصا لے کر پتھر کے پیچھے چلے اور کہنے لگے اے پتھر میرے کپڑے دے اے پتھر میرے کپڑے دے۔

حتیٰ کہ پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچ گیا انہوں نے برہنہ حالت میں موسیٰ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے اچھا اور ان تمام عیوب سے جو وہ آپ کی طرف منسوب کرتے تھے انہوں نے بری پایا۔ وہ پتھر ٹھہر گیا اور موسیٰ نے اپنے کپڑے لے کر پہن لئے پھر موسیٰ نے اپنا عصا لے کر پتھر کو مارنا شروع کیا پس بخدا موسیٰ کے مارنے کی وجہ سے اس پتھر پر تین یا چار نشانات ہو گئے اس آیت کریمہ کا یہی مطلب ہے کہ۔ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے (جو وہ موسیٰ کے بارے کہتے تھے) بری کر دیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعزت تھے۔ (روایت ختم)

تبصرہ: ① آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّاهُ اللَّهُ﴾ (احزاب: ۶۹)

کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جو نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی سکھائی جبکہ قرآن میں اور تورات میں بنی اسرائیل کی بیسیوں ایذاؤں کا ذکر تھا ایسی حیا سوز ایذا کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب

② اگر یہ حدیث وحی ہے اور آپ کو بذریعہ وحی اس وقوعے کی اطلاع دی گئی تو تین یا چار نشان کہنے کا کیا مطلب۔ کیا اللہ تعالیٰ کو بھی نعوذ باللہ علم نہیں تھا کہ نشان تین ہیں یا چار۔“

(۱) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں تین مقامات پر ہے (ح ۲۷۸، ۳۴۰، ۴۹۹) امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے: مسلم النیسابوری (صحیح مسلم ج ۳۳۹، ترقیم دار السلام: ۷۰۷ و بعد ج ۲۳۷، ترقیم دار السلام: ۶۱۴، ۶۱۶) ترمذی (السنن: ۳۲۱) وقال: ”هذا حديث حسن صحيح“ (الخ) (النسائی فی التفسیر: ۴۴۳، ۴۴۵) الطحاوی فی مشکل الآثار (۱۱/۱) والطبری فی تفسیرہ (تفسیر ابن جریر ۲۲/۳) یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے: مسند ابی عوانہ (۲۸۱/۱) صحیح ابن حبان (الاحسان ج ۹، ۱۴، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۱) الاوسط لابن المنذر (۱۲۰/۲) ح ۶۴۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۹۸/۱) معالم التنزیل للبغوی (۵۴۵/۳) یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درج ذیل محدثین نے بھی بیان کی ہے: احمد بن حنبل (المسند ۲/۵۱۵، ۳۱۵، ۳۹۲، ۵۱۴، ۵۳۵) عبد الرزاق (المصنف: ۲۰۵، ۳۱) ہمام بن منبہ (الصحیفہ: ۶۱) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت درج ذیل جلیل القدر تابعین کی سند سے مروی ہے:

- ① ہمام بن منبہ [الصحیفہ: ۶۱، صحیح البخاری: ۲۷۸، صحیح مسلم: ۳۳۹]
- ② محمد بن سیرین [صحیح البخاری: ۳۴۰، ۴۹۹]
- ③ خلاص بن عمرو [صحیح البخاری: ۳۴۰، ۴۹۹]
- ④ الحسن البصری [صحیح البخاری: ۳۴۰، ۴۹۹]
- ⑤ عبد اللہ بن شقیق [صحیح مسلم: ۳۳۹، بعد ج ۲۳۷، ترقیم دار السلام: ۶۱۴]

اس روایت کی دوسری سندیں، آثار صحابہ اور آثار تابعین بھی مروی ہیں۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۵۳۳/۱)، (۵۳۵) و تفسیر الطبری (۳۶/۲۲، ۳۷) و کشف الاستار (مسند المز: ۲۲۵۲) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”أنه ليس في الحديث أنهم رأوا من موسى الذكر - الذي هو عورة - وإن رأوا منه هيئة تبينوا بها أنه مبرأ مما قالوا من الادرة وهذا يتبين لكل ناظر بلا شك ، بغير أن يرى شيئاً من الذكر لكن بأن يرى ما بين الفخذين خالياً“

حدیث میں یہ نہیں ہے کہ انہوں (بنی اسرائیل) نے موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر یعنی شرمگاہ دیکھی تھی۔ انہوں نے ایسی حالت دیکھی جس سے واضح ہو گیا کہ وہ (موسیٰ علیہ السلام) ان لوگوں کے الزامات کہ وہ آدر ہیں (یعنی ان کے

نہیے بہت موٹے ہیں) سے بری ہیں۔ ہر دیکھنے والے کو (ایسی حالت میں) بغیر کسی شک کے ذکر (شرمگاہ) دیکھے بغیر ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ رانوں کے درمیان جگہ خالی ہے (احلی ۳/۲۱۳ مسئلہ: ۳۴۹)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر جو جسمانی نقص والے الزامات لگاتے تھے، ان تمام الزامات سے آپ بری تھے۔ دوسرے یہ کہ اس روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بالکل ننگے نہا رہے تھے۔ امام ابن حزم کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے لنگوٹی وغیرہ سے اپنی شرمگاہ کو چھپا رکھا تھا اور باقی جسم ننگا تھا۔ بنی اسرائیل نے آپ کی شرمگاہ کو دیکھا ہی نہیں لہذا منکرین حدیث کا اس حدیث کا مذاق اڑانا مردود ہے۔ بعض الناس نے کہا کہ ”تو تین یا چار نشان کہنے کا کیا مطلب؟“

عرض ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ اور بھیجا اس کو لاکھ آدمیوں پر یا زیادہ (الصُّفَّت: ۱۴۷) ترجمہ شاہ عبدالقادر ص (۵۴۳)

اس آیت کریمہ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحریر سے پڑھ لیں:

”و فرستادیم او را بسوئے صد ہزار یا بیشتر از ان باشند“ (ص ۵۴۳)

منکرین حدیث اس آیت کریمہ میں لفظ ”او“ کی جو تشریح کریں گے وہی تشریح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول ”سنتہ اوسبعة“ میں ”او“ کی ہے۔ واللہ

منکر حدیث: ”(۲) موسیٰ کا ملک الموت کی پٹائی کر دینا (جلد دوم صفحہ ۲۹۲ روایت نمبر ۶۳۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ملک الموت کو موسیٰ کے پاس بھیجا گیا جب وہ موسیٰ کے پاس آئے تو موسیٰ نے ان کو مارا تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم واپس جا کر اس سے کہو کہ تم کسی تیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھو پس جتنے بال ان کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عمر ملے گی۔ موسیٰ نے کہا: اے اللہ پھر کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت آئے گی تو موسیٰ نے کہا: ابھی آجائے۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ انہیں ارض مقدس سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ تک قریب کر دے۔ ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر راستہ کے کنارے سے ٹیلے کے نیچے دیکھا دیتا۔ روایت ختم۔

تبصرہ: موسیٰ کا اللہ تعالیٰ کے حکم بردار فرشتے کے ساتھ یہ سلوک اور اس آمد و رفت اور گفتگو میں موت کی موت میں کتنی سہولتیں تاخیر ہوئی جب کہ

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا ط﴾

اللہ تعالیٰ ہرگز تاخیر نہیں کرتا جب کسی کی اجل آجائے۔ (المنافقون: ۱۱)

(۲) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں دو مقامات پر ہے (۱۳۳۹، ۳۴۰۷)

امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

غیر آدمی سمجھ کر مارا۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے اور روح قبض کرنا چاہتا ہے تو لبیک کہا اور سر تسلیم خم کیا۔ پس یہ حدیث ”اللہ تعالیٰ ہرگز تاخیر نہیں کرتا جب کسی کی اجل آجائے“ (المنفقون: ۱۱) کے خلاف نہیں ہے۔ والحمد للہ

منکر حدیث: ”(۳) سلیمانؑ کا دعویٰ غیب اور انشاء اللہ سے لاپرواہی

ابو ہریرہؓ (جلد دوم صفحہ ۳۰۲ روایت نمبر ۶۴۷)

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن سلیمانؑ نے قسم کھائی کہ میں آج رات ستر عورتوں کے پاس جاؤں گا ہر عورت کو ایک شہوار اور مجاہد بنی سبیل اللہ کا حمل ٹھہر جائے گا۔ ان کے ایک صحابی نے کہا انشاء اللہ کہنے مگر سلیمانؑ نے نہ کہا سو کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی سوائے ایک کے مگر اس کے بھی بچہ ایسا پیدا ہوا جس کی ایک جانب گری ہوئی تھی۔ اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو سب بچے پیدا ہو کر بنی سبیل اللہ جہاد کرتے شعیب، ابوالثنا دے ۹۰ عورتوں کی روایت کی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

تبصرہ: سلیمان علیہ السلام کا اپنے صحابی کے سامنے ۹۰ عورتوں کے پاس جانے کا کہنا جب کہ آج کا ایک عام مسلمان اپنی خواہش کی تکمیل کا ارادہ کسی پر ظاہر نہیں کرتا چنانچہ ایک الولعزم رسول سے یہ بات باعث تعجب ہے۔

صحابی کے توجہ دلانے پر بھی انشاء اللہ نہ کہنا اور علم غیب کا ایسا دعویٰ کہ ۷۰ ہی مجاہد بنی سبیل اللہ ہوں گے اور اس ساری داستان کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے بذریعہ محمد ﷺ اور آپ کی امت کو کرادی۔“

(۳) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں چھ مقامات پر ہے (۷۸۱۹، ۳۳۲۴، ۵۲۴۲، ۶۶۳۹، ۶۷۲۰، ۷۶۶۹)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۶۵۴) صحیح ابن حبان (۴۳۲۲، ۴۳۲۳، دوسرا نسخہ: ۴۳۳۷، ۴۳۳۸) سنن النسائي (۲۵/۷ ح ۳۸۶۲)

السنن الکبریٰ للبیہقی (۴۴۱۰) مشکل الآثار للطحاوی (۲/۳۷ ح ۱۹۲۵) شرح السنۃ للبخاری (۱/۴۷ ح ۷۹۷۹) وقال:

هذا حديث متفق على صحته (حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصبہانی (۲/۲۷۹ ح ۲۸۰) وقال: ”وهو صحيح ثابت متفق على صحته“)

امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درج ذیل محدثین نے اسے روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (المسند ۲/۲۲۹، ۵۰۶، ۵۲۵) حمیدی (المسند: ۱۱۷، ۱۱۷، ۱۱۷) عبد الرزاق فی التفسیر (۱/۳۳۷)

ح ۱۶۶۸، ۱۶۶۹)

اس حدیث کو درج ذیل تابعین کرام نے سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے:

① عبد الرحمن بن هرمز الاعرج (صحیح البخاری: ۷۸۱۹، ۳۳۲۴، ۶۶۳۹، صحیح مسلم: ۱۶۵۴) و ترمذی (۲۸۹)

② طاؤس (صحیح بخاری: ۷۸۱۹، ۳۳۲۴، ۶۶۳۹، صحیح مسلم: ۱۶۵۴) و دار السلام: ۲۸۹)

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی سابقہ روایات کی طرح بالکل صحیح ہے اور اسے بھی امام بخاری سے پہلے، ان کے زمانے میں اور بعد والے محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔

جو لوگ صحیح بخاری کی احادیث پر طعن کرتے ہیں وہ درحقیقت تمام محدثین پر طعن کرتے ہیں کیونکہ یہی احادیث دوسرے محدثین کے نزدیک بھی صحیح ہوتی ہیں۔

تنبیہ ①: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دعویٰ غیب نہیں کیا تھا بلکہ یہ ان کا اجتہاد و اندازہ تھا۔

تنبیہ ②: ان روایات میں سلیمان علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد ستر، نوے اور سو مذکور ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ ستر آزاد بیویاں تھیں اور باقی لونڈیاں تھیں، دیکھئے فتح الباری لابن حجر (۴۶۰/۲ تحت ج ۳۲۲۴)

تنبیہ ③: سابقہ شریعتوں میں چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تھی جب کہ شریعت محمدیہ میں امت محمدیہ کے ہر شخص کو بیک وقت زیادہ سے زیادہ صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ ④: سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ”میں آج رات ستر عورتوں کے پاس جاؤں گا“ الخ

کسی حدیث میں یہ بالکل نہیں آیا کہ سلیمان علیہ السلام نے ممبر پر لوگوں کے سامنے یہ اعلان کیا تھا بلکہ حدیث میں صحابی کا ذکر ہے جس سے مراد فرشتہ ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۶۷۲۰) لہذا یہ اعتراض باطل ہے۔ دوسرا یہ کہ سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے نہ کہ انہوں نے اسے قصد اُترک کیا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۶۷۲۰)

منکر حدیث: ”(۴) لوط علیہ السلام پر شرک کا الزام

(جلد دوم۔ صفحات ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸

(۱/۲۱۵۸ ج ۳۸۰) تفسیر طبری (۱۲/۸۸، ۱۳۹) المستدرک للحاکم (۲/۵۶۱، ۴۰۵۴) وقال: صحیح علی شرط مسلم، ووافقه الذہبی) النسائی فی الکبریٰ (۱۱۲۵۴) الایمان لابن مندۃ (۱/۲۸۷، ۳۷۱، ۲۸۵ ج ۳۶۸، ۳۶۹) الادب المفرد للبخاری (۶۰۵، ۸۹۶) تفسیر بغوی (۲/۳۹۵، ۳۹۶) وشرح السنۃ لہ (۱۱/۱۱۵، ۶۳ ج ۱۱۵) وقال البغوی: ”هذا حدیث متفق علی صحۃ“ تارخ بغداد (۱۸۲/۷ ات ۳۶۳۱)

اسے امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے:
احمد بن حنبل (۲/۳۲۲، ۳۲۶، ۳۳۲، ۳۴۶، ۳۵۰ ج ۸۵۹۰) (۳۸۴، ۳۸۹، ۴۱۶، ۵۳۳) وسنن سعید بن منصور (ج ۱۰۹۷ طبعہ جدیدہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسے بیان کرنے والے درج ذیل ثقہ و جلیل القدر تابعین ہیں:

- ① ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (صحیح بخاری: ۳۳۷۲ صحیح مسلم: ۱۵۱/۳۸۲ و بعد ج: ۲۳۷۰)
- ② سعید بن المسیب (صحیح بخاری: ۳۳۷۲ صحیح مسلم: ۱۵۱)
- ③ ابو سعید (صحیح بخاری: ۳۳۸۷ صحیح مسلم: ۱۵۱)
- ④ عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج (صحیح بخاری: ۳۳۷۵ صحیح مسلم: ۱۵۱/۳۳۷۰ بعد ج: ۲۳۷۰)

اس روایت کے شواہد و تائیدی روایات کے لئے دیکھئے تارخ طبری (۳۰۳/۱ وسندہ حسن) ومصنف ابن ابی شیبہ (۱۱/۵۲۳-۵۲۵ ج ۳۱۸۲۶) واللاوسط للطبرانی (۹/۵۷۹ ج ۸۸۰۸) والمستدرک للحاکم (۲/۵۶۱، ۴۰۵۴) معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی پیدائش سے پہلے یہ حدیث دنیا میں صحیح سند سے موجود تھی۔ والحمد للہ اس کی تائید قرآن کریم میں ہے کہ لوط (علیہ السلام) نے فرمایا:

﴿لَوَ أَنِّي لَمِنَ الْمُفْضَلِينَ أَوْ أَوْحَىٰ إِلَيَّ رُوحٌ شَدِيدٌ ط﴾ ”کاش میرے پاس تم سے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی طاقت ور سہارے کی پناہ لے سکتا“ (سورۃ ہود: ۸۰، تذکر قرآن ۱۳۳/۴، ۱۳۴)

تنبیہ بلیغ: تذکر قرآن کا مصنف امین احسن اصلاحی منکرین حدیث میں سے تھا لہذا اس کا ترجمہ ان منکرین حدیث پر حجت قاطعہ ہے۔

پرویز نے رکن کا ترجمہ ”سہارا“ کیا ہے (دیکھئے لغات القرآن ۲/۷۸۰)

مشہور تابعی اور مفسر قرآن امام قتادہ رحمہ اللہ نے ”رکن شدید“ کی تشریح ”العشیرۃ“ خاندان، سے کی ہے۔

(تفسیر طبری ۲۱/۵۲، ۵۳ وسندہ صحیح)

مضبوط قبیلہ والوں کی حمایت و مدد مانگنا شرک نہیں ہے بلکہ یہ استمداد ماتحت الاسباب ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ﴿مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط﴾ کون میرا مددگار رہے اللہ کی راہ میں؟ (سورۃ الصف: ۱۴)

ماتحت الاسباب مدد مانگنا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا شرک نہیں ہوتا۔ شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک کیا جائے یا اموات سے مافوق الاسباب مدد مانگی جائے لہذا منکرین حدیث کی طرف سے سیدنا لوط علیہ السلام

پر شرک کا الزام باطل و مردود ہے۔ واللہ

منکر حدیث: ”(۵) رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر؟“

(جلد دوم - صفحہ نمبر ۲۳۵ روایت نمبر ۵۰۰)

لیٹ نے کہا مجھے ہشام نے ایک خط لکھا جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے والد انہوں نے عائشہ سے سنا اور میں نے خوب یاد رکھا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کو نہ کئے کام کے متعلق خیال ہوتا کہ کر چکے ہیں۔ (یہ روایت کا ایک متعلقہ حصہ درج کیا گیا ہے)

تمصرہ: کیا رسول اللہ ﷺ جادو کی مدت کے دوران وحی الہی پہنچاتے تھے یا نہیں؟ اور پہنچاتے وقت آپ کی کیفیت کیا ہوگی کہ آپ نے وحی نہ لکھوائی اور خیال کرتے ہوں گے کہ لکھوا چکا ہوں۔ شاید اسی طرح قرآن کا کچھ حصہ لکھوانے سے رہ گیا ہو جیسے کہ شیعہ کا خیال ہے اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ایسی بعض روایات تحریر ہیں۔“

(۵) الجواب:

نبی کریم ﷺ پر دنیاوی امور میں، مرض کی طرح عارضی طور پر جادو کے اثر والی روایت صحیح بخاری میں سات مقامات پر ہے (۶۳۹۱، ۶۰۶۳، ۵۷۶۶، ۵۷۶۵، ۵۷۶۳، ۳۲۶۸، ۳۱۷۵)

امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ اسے درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے:

مسلم بن الحجاج النیسابوری (صحیح مسلم: ۲۱۸۹، ترقیم دار السلام: ۵۷۰۳، ۵۷۰۴، ۵۷۰۵) ابن ماجہ (السنن: ۳۵۴۵) النسائی (الکبریٰ: ۶۱۵) دوسرا نسخہ: ۷۵۶۹) ابن حبان (فی صحیحہ: الاحسان ج ۱، ۶۵۴۹، ۶۵۵۰، دوسرا نسخہ: ۶۵۸۳، ۶۵۸۴) ابو عوانہ (فی الطب راتخاف الحمر ۱۷/۳۱۹ ج ۲۳۱۶) الطحاوی (مشکل الآثار رتخافہ الاخیار ۶/۶۰۹ ج ۸۸۸) الطبرانی (الوسط: ۵۹۲۲) البیہقی (السنن الکبریٰ ۸/۱۳۵، دلائل النبوة ۶/۲۳۷) ابن سعد (الطبقات ۲/۱۹۶) ابن جریر الطبری (فی تفسیرہ ۱/۳۶۶، ۳۶۷) البغوی (شرح السنۃ ۱۲/۱۸۵، ۱۸۶ ج ۳۲۶۰ وقال: ہذا حدیث متفق علی صحۃ)

امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے اسے درج ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (المسند ۶/۵۰، ۶۳، ۹۶) الحمیدی (۲۶۰ تحقیقی) ابن ابی شیبہ (المصنف ۷/۳۸۸، ۳۸۹ ج ۲۳۵۰۹) اسحاق بن راہویہ (المسند قلمی ص ۸۶ ج ۷۳) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت مشہور ثقہ امام و تابعی عروہ بن زبیر نے بیان کی ہے۔ عروہ سے ان کے صاحب زادے ہشام بن عروہ (ثقہ امام) نے یہ روایت بیان کی ہے۔

فائدہ ①: ہشام بن عروہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے (صحیح بخاری: ۳۱۷۵)

فائدہ ②: ہشام سے یہ روایت انس بن عیاض المدنی (صحیح بخاری: ۲۶۹۱) اور عبد الرحمن بن ابی الزناد المدنی (صحیح بخاری: ۵۷۶۳، تفسیر طبری ۱/۳۶۶، ۳۶۷ وسندہ حسن) وغیرہ مانے بھی بیان کی ہے۔ واللہ

اس روایت کی تائید کے لئے دیکھئے مصنف عبد الرزاق (۱۹۷۳) صحیح بخاری (قبل ج ۵۷۶۳) وطبقات ابن سعد (۱۹۹۲) ابن الزہری وسندہ صحیح) والسنن الصغری للنسائی (۱۱۲/۴۰۸۵) ومسند احمد (۳۶۷/۳) ومسند عبد بن جمید

(۲۷۱) و مصنف ابن ابی شیبہ (۳۸۸/۷ ح ۲۳۵۰۸) و کتاب المعرفة والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان الفارسی (۲۸۹/۳، ۲۹۰) و المستدرک (۳۶۱، ۳۶۰/۴) و مجمع الزوائد (۲۸۹/۶، ۲۹۰) معلوم ہوا کہ منکرین حدیث کا اس حدیث پر حملہ دراصل تمام محدثین پر حملہ ہے۔

تنبیہ ①: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان رسیوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تھے جنہیں جادوگروں نے پھینکا تھا۔ جادوگروں نے ایسا جادو چلایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام یہ سمجھے کہ یہ (سانپ بن کر) دوڑ رہی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يُخَيِّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنْهَآ تَسْعَى﴾ ان کے جادو (کے زور) سے موسیٰ کو یوں خیال ہوتا تھا کہ وہ دوڑ رہی ہیں (آسان لفظی ترجمہ ص ۵۰۳، ط: ۶۶)

معلوم ہوا کہ جادو کا عارضی اثر خیال پر ہو سکتا ہے لہذا آپ ﷺ کا یہ خیال کرنا کہ میں نے یہ (دنیا کا) کام کر لیا ہے، قطعاً قرآن کے خلاف نہیں ہے۔

منکرین حدیث کو چاہئے کہ وہ ایسی قرآنی آیت پیش کریں جس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ دنیاوی امور میں نبی کے خیال پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔ جب ایسی کوئی آیت ان کے پاس نہیں اور سورت طہ کی آیت مذکورہ ان لوگوں کی تردید کر رہی ہے تو ان لوگوں کو چاہئے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم اور امت مسلمہ کی متفقہ صحیح احادیث پر حملہ کرنے سے باز رہیں۔

تنبیہ ②: روایت مذکورہ میں جادو کی مدت کے دوران میں دینی امور اور روحی الہی کے سلسلے میں جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ قرآن کا کچھ حصہ لکھوانے سے رہ گیا ہے۔ بلکہ اس جادو کا اثر صرف دنیا کے معاملات پر ہوا مثلاً آپ اپنی فلاں وجہ محترمہ کے پاس تشریف لے گئے یا نہیں؟ لہذا دین اسلام قرآن و حدیث کی صورت میں من وعن محفوظ ہے۔ والحمد للہ

منکر حدیث: ”(۶) کیا بندروں کی بھی شریعت ہوتی ہے؟“

(جلد دوم - صفحہ نمبر ۴۳ - روایت نمبر ۱۰۲۹)

عمر بن میمون سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو جس نے زنا کیا تھا دیکھا کہ بہت سے بندر اس کے پاس جمع ہو گئے اور ان سب نے اسے سنگسار کر دیا میں نے بھی ان سب کے ساتھ اسے سنگسار کر دیا۔ (روایت ختم)

تبصرہ: ۱- کیا یہ روایت وحی ہے شاید زانی کو سنگسار کرنے کی دلیل یہی روایت ہو البتہ سنا جاتا ہے کہ سنگسار کی آیت پہلے موجود تھی اب قرآن میں موجود نہیں ہے البتہ اس کا حکم باقی ہے۔

۲- کیا بندروں کی بھی شریعت ہوتی ہے؟ کیا ان کے بھی نکاح ہوتے ہیں اگر ان میں نکاح ہوتے ہیں تو زنا بھی ہو سکتا ہے اگر نکاح نہیں تو زنا کیسا؟ اور راوی کو یہ باتیں کس علم سے معلوم ہوئیں کیا وہ بندروں کی زبان جانتے تھے۔

راوی کا یہ بیان ہے کہ اس نے بھی بندروں کے ساتھ مل کر زانی بندر کو سنگسار کیا۔ جناب یہ راوی نے بہت بڑا جرم اور بندر بے چارے پر زیادتی کی ہے۔ احکام باری تعالیٰ کسی بھی جاندار پر ناقظ ظلم سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں اب راوی نے جو بندر کو سنگسار کیا تو کیا اس نے کوئی جرم کیا تھا یا تو دنیا کی کسی بھی شریعت میں بندروں کے باہمی ملاپ کو جرم زنا ثابت کریں ورنہ میں پھر کہوں گا کہ راوی نے یہ زیادتی کی ہے اس روایت کو بھی سنگسار کیا جائے۔“

(۶) الجواب:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”حدثنا نعيم بن حماد: حدثنا هشيم عن حصين عن عمرو بن ميمون قال: رأيت في الجاهلية قردةً اجتمع عليها قردةٌ قد زنت، فرجموها فرجمتها معهم“ ہمیں نعيم بن حماد نے حدیث بیان کی (کہا): ہمیں هشیم نے حدیث بیان کی، وہ حصین سے وہ عمرو بن ميمون (تابعی) سے بیان کرتے ہیں کہ: میں نے جاہلیت (کے زمانے) میں ایک بندر یا دیکھی جس نے زنا کیا تھا، اس پر بندر اکٹھے ہوئے، پس انہوں نے اسے رجم کیا اور میں نے ان کے ساتھ مل کر اسے رجم کیا (صحیح البخاری: ۳۸۴۹)

اس روایت کی سند کے سارے راوی ثقہ و صدوق ہیں۔ نعيم بن حماد کو جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق کہا۔ هشیم کی حصین بن عبد الرحمن سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے کیونکہ وہ حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے شرح علل الترمذی لابن رجب (۵۶۲/۲) هشیم کی متابعت کے لئے دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (۲۹۲/۴۹)

عمرو بن ميمون مشہور تابعی اور ”ثقة عابد“ تھے (دیکھئے التقریب: ۵۱۲۲)

عمرو بن ميمون سے یہ روایت عیسیٰ بن حطان نے مفصل بیان کر رکھی ہے (تاریخ ابن عساکر ۲۹۲/۴۹، ۲۹۳)

صحیح بخاری و تاریخ دمشق کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

التاریخ الکبیر للبخاری (۳۶۷/۶) مستخرج الاسامی علی اور مستخرج ابی نعیم الاصبہانی (دیکھئے فتح الباری ۱۶۱، ۱۶۰/۷)

التاریخ الکبیر للامام ابن ابی خيثمة (ص ۵۶۹)

تابعی کی یہ روایت نہ قول رسول ہے اور نہ قول صحابی ہے بلکہ صرف تابعی کا قول ہے۔ اب اس قول میں بندروں سے کیا مراد ہے؟ حافظ ابن عبد البر کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندرجن تھے۔ دیکھئے فتح الباری (۱۶۰/۷)

جنوں کا وجود قرآن مجید سے ثابت ہے دیکھئے سورة الاحقاف (آیت: ۲۹) وغیرہ، کیا منکرین حدیث اور منکرین سرائے رجم کو اس بات پر اعتراض ہے کہ جنوں نے زنا کرنے والی حنیہ کو کیوں رجم کر دیا تھا؟

کیا جن مکلف مخلوق نہیں ہیں؟

تنبیہ ①: شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا صحیح و متواتر احادیث سے ثابت ہے مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۶۸۱۴)

صحیح مسلم (۱۷۰۲) اور نظم الامتثال من الحدیث المتواتر (ص ۷۴ احادیث: ۱۸۴)

تنبیہ ②: جنوں کا جانوروں کی شکل اختیار کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے مثلاً دیکھئے صحیح مسلم (ح ۲۲۳۶) و ترقیم دار السلام: (۵۸۳۹) و موطا امام مالک (۹۷۶/۲، ۹۷۷، ۹۷۸ ح ۱۸۹۴)

تنبیہ ③: بندر کی شکل اختیار کئے ہوئے زانی جن کی حمایت میں یہ کہنا کہ ”بندر بے چارے پر زیادتی کی ہے“ کو زنا کرنے والے جنوں (اور زانی انسانوں) کی حمایت کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ منکرین حدیث کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ان کے نزدیک جنوں کے لئے زنا کرنا معاف ہے!!

منکر حدیث: ”(۷) فاتوا حرثکم انی شئتم کی تفسیر

(جلد دوم - صفحہ نمبر ۳۱۷ روایت نمبر ۱۶۴۱)

دوسری سند عبد الصمد - عبد الوارث - ایوب - نافع سے وہ ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ فاتوا حرثکم انی شئتم سے مطلب یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے بعض لوگ انعام کرتے تھے چنانچہ اس آیت سے اس فعل سے روکا گیا ہے۔ لمی حدیث ہے یحییٰ القطان - عبد اللہ - نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔

تبصرہ: انعام کرنے والے کون تھے صحابہ یا کوئی اور۔ مدنی دور تک یہ فعل چلتا رہا..... انی شئتم سے مراد جس وقت جب دل چاہے بھی ہو سکتا ہے نہ کہ جس طرف سے یا جہاں سے“

(۷) الجواب:

صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے کہ:

”حدثني إسحاق: أخبرنا النضر بن شميل: أخبرنا ابن عون عن نافع قال: كان ابن عمر رضي الله عنهما إذا قرأ القرآن لم يتكلم حتى يفرغ منه، فأخذت عليه يوماً فقراً سورة البقرة حتى انتهی إلى مكان قال: تدري فيما أنزلت؟ قلت: لا، قال: أنزلت في كذا وكذا ثم مضى۔ وعن عبد الصمد: حدثني أبي: حدثني أيوب عن نافع عن ابن عمر ﴿فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنِّي شَيْئْتُكُمْ﴾ قال: يَأْتِيهَا فِي۔

رواه محمد بن يحيى بن سعيد عن أبيه عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر - “ ہمیں اسحاق (بن راہویہ) نے حدیث بیان کی: ہمیں نضر بن شمیل نے خبر دی: ہمیں (عبد اللہ) ابن عون نے خبر دی وہ نافع سے بیان کرتے ہیں، کہا: ابن عمرؓ جب قرآن پڑھتے تو (قرأت سے) فارغ ہونے تک کوئی کلام نہ کرتے۔ ایک دن میں نے ان کے سامنے (قرآن مجید) لیا تو آپ نے سورۃ البقرہ پڑھی، جب آپ ایک مقام پر پہنچے، فرمایا: تجھے پتا ہے یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: یہ اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پھر آپ (تلاوت میں لگ) گئے۔

عبد الصمد (بن عبد الوارث) سے روایت ہے: مجھے میرے ابا (عبد الوارث) نے حدیث بیان کی: مجھے ایوب (سختیانی) نے حدیث بیان کی وہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے ﴿فَاتُوا حَرْثَكُمْ أَنِّي شَيْئْتُكُمْ﴾ اپنی کھیتی کو آؤ جس طرح چاہو (البقرہ: ۲۲۳) کی تشریح میں فرمایا: --- میں آئے۔

روایت کیا محمد بن یحییٰ بن سعید (القطان) نے اپنے والد سے انہوں نے عبد اللہ (بن عمر) سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے۔“ (صحیح بخاری: ۴۵۲۶، ۴۵۲۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں ”بعض لوگ انعام کرتے تھے“ کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں لہذا

منکر حدیث نے صحیح بخاری پر جھوٹ بولا ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی سے بچہ پیدا ہونے والی جگہ میں جماع کرنا چاہئے دیکھئے صحیح بخاری مترجم (ترجمہ و تشریح محمد داود دراز ۶/۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور) والسنن الکبریٰ للنسائی (۸/۸۹۷) وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: (۸۹۲۹) لہذا اس قول سے لواطت کا جواز ثابت کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

منکر حدیث: ”(۸) کیا چوہے قوم بنی اسرائیل کا گمشدہ گروہ ہیں۔

(جلد دوم صفحہ نمبر ۲۳۶ روایت نمبر ۵۳۴)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا معلوم نہیں کیا ہوا۔ میرا خیال ہے کہ یہ چوہے (مخ شدہ صورت میں) وہی گم ہوا گروہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب ان کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جاتا ہے تو نہیں پیتے اور جب بکری وغیرہ کا دودھ رکھا جائے تو پی لیتے ہیں پھر میں نے کعب سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا تم نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ میں نے کہا ہاں انہوں نے کئی مرتبہ مجھ سے یہی کہا تو میں نے کہا اور کیا، میں تو رات پڑھا ہوا ہوں۔ تبصرہ: مخ شدہ اقوام کے تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہنے کی وحی آنے سے پہلے یہ حدیث ہے۔ مندرجہ بالا روایت آپ کا ذاتی خیال ہے یا وحی ہے خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں.... پھر روایت کا متن دیکھیں کیا آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ دو ہزار سال بعد بھی بنی اسرائیل جن کی شکلیں مخ کی گئی تھیں زندہ ہیں نبی کے علم کا یہ تصور (معاذ اللہ)“

(۸) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری (۳۳۰۵) کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۹۹۷) و ترقیم دار السلام: (۴۹۶، ۷، ۴۹۷) صحیح ابن حبان (الاحسان ۵۲/۸ ح ۶۲۲۵ دوسرا نسخہ: ۶۲۵۸) الرقاق لابن عوانہ (اتحاف المھرۃ ۵۵۵/۱۵ ح ۱۹۸۷۲) مسند ابی یعلیٰ (۶۰۳۱ ح ۲۲۰/۱۰) شرح السنۃ للبخاری (۲۰۰/۱۲ ح ۳۲۷۱) وقال: ”ہذا حدیث متفق علی صحۃ“ مشکل الآثار للطحاوی (۳۳۹/۸ ح ۶۰۰۸) اسے امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (المسند ۲۳۴/۲، ۲۳۹، ۲۸۹، ۴۱۱، ۵۰۷، ۴۹۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مشہور تابعی محمد بن سیرین نے بیان کی ہے۔ اس کی دوسری سند ”عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ“ کے لئے دیکھئے مشکل الآثار (طبعہ جدیدہ، تحتہ الاختیار: ۶۰۰۹) معلوم ہوا کہ یہ روایت اصول حدیث کی رو سے بالکل صحیح ہے۔ اسے محدثین کرام نے بغیر کسی اختلاف کے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث دوسری صحیح حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”إن اللہ عزوجل لم یهلك قوماً أو يعذب قوماً فيجعل لهم نسلًا“ بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو

ہلاک کرتا ہے تو پھر ان کی نسل باقی نہیں رکھتا (صحیح مسلم: ۲۶۶۳ و ترمذی دارالسلام: ۶۷۷۲) نیز دیکھئے فتح الباری (۱۶۰/۷) و مشکل الآثار (۳۳۹/۸، ۳۴۱، ۳۸۱/۶) منسوخ روایت کو پیش کر کے صحیح احادیث کا مذاق اڑانا ان لوگوں کا ہی کام ہے جو قرآن کو ”بلا رسول“ سمجھنے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔!

منکر حدیث: ”(۹) گوشت کے سڑنے اور عورتوں کے خائف ہونے کی وجہ

(جلد دوم - صفحہ ۲۵۳ - روایت نمبر ۵۵۷)

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا اور اگر خدا نہ ہوتا تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔ (روایت ختم ہوئی)

تبصرہ: اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا۔ جب کہ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ گوشت کے گلنے سڑنے کی وجہ قوم بنی اسرائیل نہیں بلکہ جراثیم ہیں۔ گوشت کا گلنا سڑنا تو ایک کائناتی نظام ہے اور جو اقوام عالم اس کائناتی نظام میں تعمیر کا باعث نہیں بنتا۔ اگر گوشت آج کل گل سڑ جاتا ہے تو بنی اسرائیل سے پہلے بھی یہ نظام کائنات ایسے ہی چلتا رہا ہوگا ورنہ مشرکوں کو اپنے گلے گڈرے بزرگوں کے بت بنا کر پوجنے کی کیوں ضرورت پیش آئی جب اجسام گلنے سڑنے نہیں تھے تو وہ ان کی مردہ لاشوں کو ہی نکال کر اپنے بت کدوں میں سجالتے ان کے بت بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

اور قرآن مجید میں تو صاف اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور دوبارہ اسے مٹی میں ہی لوٹا دیتا ہے اور پھر بروز قیامت اسے مٹی سے ہی نکال کھڑا کرے گا۔ اور جس طریقے سے انسان کی مردہ لاش گل سڑ کر مٹی ہوتی ہے اس سے بھی آپ واقف ہیں۔

تو اب فرمائیے کہ کیا نبی ﷺ کا یہ فرمان بذریعہ وحی تھا نمونہ باللہ کیا اللہ تعالیٰ خالق کائنات کو بھی گوشت کے سڑنے کی وجوہات معلوم نہ تھیں اور کیا سب عورتیں اسی وجہ سے خاوندوں کی خیانتیں کرتی ہیں جو وجہ مندرجہ بالا حدیث میں موجود ہے۔

کیا دونوں معاملات کی وجوہات اللہ تعالیٰ کی وحی فرمودہ ہے؟

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ (مدثر: ۱۰)

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے رہن ہے۔ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ تو کسی بھی شخصیت کا وجود یا اس کے ہاتھوں کسی قسم کے جرم کا ارتکاب آنے والی نسل کے پاؤں کی زنجیر کیونکر بن سکتا ہے۔ کسی شخصیت کے وجود کو کائناتی برائیوں کی جڑ سمجھنا خلاف قرآن ہے فکر قرآن تو برے اعمال کو ختم قرار دیتا ہے کسی شخصیت کے وجود کو نہیں (پس)۔

(۹) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں دو مقامات پر ہے (۳۳۹۹ من طریق عبد الرزاق، ۳۳۳۰ من طریق عبد اللہ بن المبارک، کلاهما عن معمر عن ہمام عن أبي هريرة به)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۴۶۸/۶۳) و ترمذی دارالسلام: (۳۶۴۸) صحیح ابن حبان (الاحسان ۴۱۵۷، نسخۃ محققہ: ۴۱۶۹) شرح السنۃ للبیہقی (۱۶۲/۹ ج ۲۳۳۵) وقال: ”هذا حديث متفق على صحته“ المستخرج على صحیح مسلم لابن نعیم الاصبہانی (۱۴۳/۴)

ح ۳۴۵۰) امام بخاری سے پہلے اسے درج ذیل محدثین نے روایت کیا ہے:
ہمام بن منبہ (الصحیفۃ: ۵۸) احمد بن حنبل (المسند ۳۱۵/۲ ح ۸۱۵۵)
ہمام بن منبہ بالا جماع ثقہ ہیں لہذا یہ روایت بلحاظ اصول حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس کے دوسرے شواہد کے لئے دیکھئے
مسند اسحاق بن راہویہ (۱۱۷) و مسند احمد (۳۰۴/۲) وحلیۃ الاولیاء (۳۸۹/۸) و مستدرک الحاکم (۱۷۵/۴)
منکر حدیث نے اس حدیث کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جب کہ تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ گوشت سڑنے کی وجہ قوم
بنی اسرائیل نہیں بلکہ جراثیم ہیں.....“
عرض ہے کہ کیا ان جراثیم کی وجہ سے خود بخود گوشت خراب ہو جاتا ہے یا اس کے خراب ہونے میں اللہ تعالیٰ کی مشیت
ہے اور یہ جراثیم اسی کے پیدا کردہ ہیں؟
نام نہاد تجربے کی وجہ سے صحیح حدیث کا رد کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول کا کام صرف قرآن پہنچانا تھا،
اس نے پہنچا دیا۔ اب قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے منکرین حدیث کے نزدیک رسول کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔!!
منکرین حدیث سے درخواست ہے کہ اس صحیح حدیث کو رد کرنے کے لئے قرآن مجید کی وہ آیت پیش کریں جس میں یہ
لکھا ہوا ہو کہ بنی اسرائیل کے وجود سے پہلے بھی دنیا میں گوشت گل سڑ جاتا تھا۔ اگر قرآن سے دلیل پیش نہ کر سکیں تو پھر
ایسی مشین ایجاد کریں جس کے ذریعے وہ لوگوں کو زمانہ بنی اسرائیل سے پہلے والے دور میں لے جا کر دکھادیں کہ دیکھو
یہ گوشت گل سڑ رہا ہے۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر سوچ لیں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان رد کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟
تنبیہ: بعض علماء نے اس حدیث کی دیگر تشریحات بھی لکھی ہیں مثلاً دیکھئے ”مشکلات الأحادیث النبویہ
وبیانہا“ (ص ۱۱) لیکن ظاہر الفاظ کتاب و سنت پر ایمان لانے میں ہی نجات ہے۔ الایہ کہ کوئی صحیح دلیل قرینہ صارفہ
بن کر ظاہر کو مجاز کی طرف پھیر دے۔ واللہ

منکر حدیث: ”(۱۰) نحوست تین چیزوں میں ہے؟“

(جلد دوم صفحہ نمبر ۸۱ روایت نمبر ۱۲۲)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے۔ گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں۔
(روایت نمبر ۱۲۳) کہل بن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو عورت میں ہوتی، مکان
میں ہوتی۔ گھوڑے میں ہوتی۔

تبصرہ: مذکورہ بالا روایات ۱۲۲، ۱۲۳ اپنا تبصرہ آپ ہیں۔ ایک روایت میں تین چیزوں میں نحوست بیان کی گئی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو
بالحق پیدا کیا ہے منحوس اور باطل پیدا نہیں کیا۔ انسان کا کردار تو منحوس ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق کی تخلیق میں نحوست نہیں سکتی۔ اللہ
تعالیٰ کی ہر مخلوق کے نتائج خیر پڑتی ہوتے ہیں۔

دوسری روایت میں مشروط نفی ہے کہ اگر نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی۔ ایک ہی صفحہ پر ایسی متضاد روایات کی مثال کہیں ملنا ناممکن ہے
اور پھر ان دونوں روایات کو وہی کہہ کر نبی ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔“

(۱۰) الجواب:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ یہ روایت صحیح بخاری میں چار مقامات پر ہے (۵۷۷۲، ۵۷۵۳، ۵۰۹۳، ۲۸۵۸) صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۲۲۲۵) ترقیم دار السلام: (۵۸۰۵، ۵۸۰۴) التوکل للامام ابن خزیمہ (اتحاف المھر ۳۰۷/۸ ح ۹۴۳۳) و سنن ابی داود (۳۹۲۲) و سنن الترمذی (۲۸۲۴) وقال: هذا حديث صحيح (وسنن النسائي (۲۲۰/۶ ح ۳۵۹۹، ۳۵۹۸) و سنن ابن ماجہ (۱۹۹۵) و شرح معانی الآثار للطحاوی (۳۱۳/۴) و مشکل الآثار لہ (تحفۃ الاخیار ۲۱۸/۱ ح ۲۰۵) و شرح الرئیس للبخاری (۱۳۶۹ ح ۲۲۲۴) وقال: ”هذا حديث متفق على صحته“ (مسند ابی یعلیٰ (۵۴۳۳، ۵۴۹۰، ۵۵۳۵) [وغیرہ]

امام بخاری سے پہلے درج ذیل محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے:

امام مالک (الموطا ۲/۲۷۲ ح ۱۸۸۳، التمهید ۲۷۸/۹) عبد الرزاق (المصنف ۱۰/۳۱۱ ح ۱۹۵۲۷) ابوداود الطیالسی (۱۸۲۱) ابوبکر الحمیدی (۶۲۱) اور احمد بن حنبل (۸۶۲ ح ۴۵۴۳، ۵۲/۲، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۳۶)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسے درج ذیل جلیل القدر تابعین نے بیان کیا ہے:

① سالم بن عبداللہ بن عمر

② حمزہ بن عبداللہ بن عمر

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے، اسے شاذ یا معلول قرار دینا غلط ہے لیکن یہ حدیث دوسری روایات کی وجہ سے منسوخ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إن كان الشؤم في شيء فففي الدار والمرأة والفرس“ اگر بدشگونی کسی چیز میں ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی (صحیح بخاری: ۵۰۹۴، صحیح مسلم: ۲۲۲۵، دار السلام: ۵۸۰۷، ۵۸۰۹، ۵۸۰۹، ۵۸۰۹) یہ روایت، اس مفہوم کے ساتھ درج ذیل صحابہ سے بھی موجود ہے:

① سہل بن سعد الساعدی (صحیح بخاری: ۲۸۵۹، ۵۰۹۵، صحیح مسلم: ۲۲۲۶، دار السلام: ۵۸۱۰)

② جابر بن عبداللہ الانصاری (صحیح مسلم: ۲۲۲۷، دار السلام: ۵۸۱۲)

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت بہ اصول محدثین بالکل صحیح ہے لیکن دوسری روایات کی وجہ سے منسوخ ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ دنیا میں جھگڑے فساد کی جڑ عام طور پر یہی تین چیزیں ہیں۔ عورت، گھر (زمین) اور گھوڑا (یعنی فوجیں) واللہ اعلم، نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ”لا طيرة“ کوئی نحوست اور بدشگونی نہیں ہے (صحیح بخاری: ۵۷۵۳، صحیح مسلم: ۲۲۲۳، سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

نیز دیکھئے فتح الباری (۶۰/۶-۶۳) تحت (۲۸۵۸، ۲۸۵۹) والحمد للہ

منکر حدیث: ”(۱۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کی کردار کشی

(جلداول - صفحہ نمبر ۸۲ روایت نمبر ۲۲۱۱)

حسین ابن علیؑ بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر کے دن ایک اونٹنی ملی اور پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک اونٹنی اور دی ان دونوں کو ایک دن میں نے ایک انصاری کے دروازے پر بٹھایا اور میں ارادہ کر رہا تھا کہ ان دونوں پر ازخروا کر لے جاؤں تاکہ بچوں اور میرے ساتھ بنی قیصہ کا ایک سناڑ تھا اس سے فاطمہؓ کے ولیمہ کی دعوت میں مددوں حمزہؓ بن عبدالمطلب اسی گھر میں شراب پی رہے تھے ان کے ساتھ ایک گانے والی تھی الایا حمزہ بشر ف النوا۔ اے حمزہ آگاہ ہو فریاد و نیناں لے لو۔ حمزہ ان دونوں اونٹنیوں کی طرف تلوار لے کر چھپ پڑے ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور کوہے کاٹ ڈالے پھر ان دونوں کی کچیاں کاٹ ڈالیں میں نے ابن شہاب سے پوچھا کوہان کیا ہوا کہا کوہان کاٹ کر لے گئے ابن شہاب کا بیان ہے کہ غلٹی نے کہا کہ میں نے ایسا منظر دیکھا جس نے مجھے دہشت زدہ کر دیا۔ میں (یعنی غلٹی) نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کے پاس زید بن حارثہ بھی تھے۔ میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا تو آپ چلے اور آپ کے ساتھ زیدؓ بھی چلے میں بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔ آپ حمزہؓ کے پاس پہنچے اور بہت غصہ ہوئے حمزہؓ نے نگاہ اٹھائی اور کہا کیا تم میرے باپ دادوں کے غلام ہو؟ رسول اللہ ﷺ اٹھے پاؤں واپس ہو گئے اور ان کے پاس سے چلے گئے (یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے) تبصرہ: کیا غیر محرم کے ساتھ گانا بھی مباح تھا اس کے علاوہ دوسری روایت اسی مضمون کی جو بخاری جلد دوم صفحہ ۵۱۵ روایت نمبر ۱۱۸۰ جس میں یاروں کی مجلس کا بھی ذکر ہے۔ غلٹی کی اجازت کے بغیر ان کی دو اونٹنیوں کا جھک کر دیا۔ صحابہؓ کا یہ کردار خلاف قرآن سمجھا جائے گا لہذا یہ حقیقت کسی بجائے صحابہ پر بہتان ہوگا۔“

(۱۱) الجواب:

یہ روایت صحیح بخاری میں پانچ مقامات پر موجود ہے (۲۰۸۹، ۲۳۷۵، ۳۰۹۱، ۳۰۰۳، ۹۳۷۵ مختصراً و مطولاً)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۱۹۷۹) و ترمذی دار السلام: (۵۱۲۷-۵۱۳۰) صحیح ابن حبان (الاحسان ۳۴۷ ح ۴۵۱۹ دوسرا نسخہ: ۴۵۳۶)

صحیح ابی عوانہ (۲۴۸/۵، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲) و سنن ابی داؤد (۲۹۸۶) و السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۵۳۶، ۳۴۲، ۳۴۳)

و مسند ابی یعلیٰ (۵۴۷) امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے یہ حدیث امام احمد رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔

دیکھئے مسند احمد بن حنبل (۱۲۲/۱ ح ۱۲۰۰)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت صحیح ثابت اور مشہور ہے۔ اس سلسلے میں چند اہم معلومات درج ذیل ہیں:

① یہ واقعہ غزوہ احد (۳ھ) سے پہلے اور غزوہ بدر (۲ھ) کے بعد کا ہے۔

② شراب (نمر) کی حرمت کا حکم ۶ھ یا ۷ھ میں نازل ہوا۔ اس سے پہلے شراب حرام نہیں تھی۔

③ اس حدیث میں ذکر کردہ دور میں گانے والی لونڈیوں کا گانا حرام نہیں ہوا تھا۔ یاد رہے کہ اس روایت میں موسیقی

کے آلات کا ذکر نہیں بلکہ صرف لونڈی کا (آواز سے) گانا مذکور ہے۔ گانے بجانے کی حرمت دوسری احادیث سے

ثابت ہوتی ہے (مثلاً دیکھئے صحیح بخاری: ۵۵۹۰)

لہذا اس روایت سے گانے بجانے کے جواز پر استدلال کرنا منسوخ ہے۔

⑤ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے زنا کا صدور بھی ثابت ہے (دیکھئے صحیح بخاری: ۶۸۲۰ صحیح مسلم: ۱۶۹۱)

⑥ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بخشے ہوئے اور جنتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اطلع الله على أهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم ، فقد غفرت لكم“ ”بدری صحابیوں کے سامنے اللہ ظاہر ہوا اور فرمایا: جو چاہو کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے (مسند احمد ۲/۲۹۵ ح ۹۴۰ وسندہ حسن)

سیدنا امیر حمزہ البدری رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نشے کی وجہ سے تھا انہیں اللہ نے بخش دیا اور جنت الفردوس میں داخل کر دیا ہے لہذا منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ ”صحابہ کا یہ کردار خلاف قرآن سمجھا جائے گا“ مردود ہے کیونکہ یہ واقعہ حرمت خمر سے پہلے کا ہے۔

منکر حدیث: ”(۱۲) کیا وحی خیال مشکوک کا نام ہے

(جلد دوم صفحہ ۲۶۳ روایت نمبر ۵۷۳)

ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدمؑ۔ وہ عرض کریں گے میں حاضر ہوں اور باریابی میں ہوں اور ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دوزخ میں جانے والا لشکر نکالو وہ عرض کریں گے دوزخ کا کتنا لشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کافی ہزار نو سو نواوے دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا پس وہ ایسا وقت ہوگا کہ خوف کے مارے سچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور تم کو لوگ نشہ کی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے جنت میں جانے والا بی ہزار ایک کون ہوگا آپؐ نے فرمایا: خوش ہو جاؤ کیونکہ تم میں ایک آدمی ہوگا اور یا جوج ماجوج میں سے ایک ہزار۔ پھر آپؐ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے امید ہے کہ تم جنت کا چوتھائی حصہ ہو گے تو ہم لوگوں نے تکبیر پڑھی پھر آپؐ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے ہم نے پھر تکبیر کہی تو آپؐ نے فرمایا تم اہل جنت کا نصف ہو گے یعنی تم نصف اور نصف دوسرے لوگ ہوں گے ہم نے پھر اللہ اکبر کہا آپؐ نے فرمایا تم تو اور لوگوں کے مقابلے میں ایسے ہو جیسے سیاہ بال سفید بیل کے جسم پر یا سفید بال سیاہ بیل کے جسم پر۔ (روایت ختم)

تبصرہ: خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں کیا وحی ایسے ہی الفاظ میں نازل ہوتی ہے یعنی مجھے امید ہے یا یہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ بھی جتنی طور پر ایک بات نہیں بتلاتا۔ کیا وحی خیال مشکوک کا نام ہوتا ہے۔

نوٹ: بخاری میں دوسرے مقام پر یعنی کتاب التفسیر میں بھی اسی مضمون کی روایت ہے زیر تفسیر آیت وزی الناس سکری روایت نمبر ۸۵۲/۲۱۸۵ جلد دوم“

(۱۲) الجواب:

یہ حدیث صحیح بخاری میں تین مقامات پر موجود ہے (۶۵۳۰، ۴۷۴۱، ۳۳۴۸)

اسے امام بخاری کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

مسلم (الصیح: ۲۲۲) النسائی فی الکبریٰ (۱۱۳۳۹) والتفسیر: (۳۵۹) ابوعوانہ (المسند ۱/۸۸۰-۹۰) عبد بن حمید (المختب:

(۹۱۷) ابن جریر الطبری (التفسیر ۸/۸۷، تہذیب الآثار ۵۲/۵۲) البیہقی (شعب الایمان: ۳۶۱) ابن مندہ (الایمان: ۸۸۱)

امام بخاری سے پہلے درج ذیل محدثین نے اسے روایت کیا ہے:

احمد بن حنبل (المسند ۳۲/۳) وکیح (نسخہ وکیح عن الأعمش ص ۸۵، ۸۶ ج ۲) سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے، دیکھئے صحیح بخاری (۶۶۴۲، ۶۵۲۸) صحیح مسلم (۲۲۱) لہذا یہ روایت بالکل صحیح اور قطعی الثبوت ہے۔ اس میں ”خیال مشکوک“ والی کوئی بات نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ نے درجہ بدرجہ اپنے صحابہ کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے پہلے ایک چوتھائی پھر ایک ثلث اور آخر میں نصف کا ذکر فرمایا۔ یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ نصف میں ایک ثلث اور ایک چوتھائی دونوں شامل ہوتے ہیں لہذا منکرین حدیث کا اس حدیث پر حملہ مردود ہے۔ منکرین حدیث کی ”خدمت“ میں عرض ہے کہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر ۱۴ کی وہ کیا تشریح کرتے ہیں؟ دوسرے یہ کہ حدیث مذکور کس قرآنی آیت کے خلاف ہے؟

منکر حدیث: ”(۱۳) کیا وجہ مشکوک ہوتی ہے؟

(جلد اول صفحہ ۸۳ روایت نمبر ۲۲۳۳)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو کالی دی ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا مسلم نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو ساری دنیا پر فضیلت دی اور یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو ساری دنیا پر فضیلت دی۔ مسلمان نے یہ سن کر یہودی کے چہرے پر تھپڑ مارا۔ یہودی نبی ﷺ کے پاس پہنچا اور جو کچھ مسلمان اور اس کے درمیان گذرا تھا بیان کر دیا۔ نبی ﷺ نے مسلمان کو بلایا اور اس کے متعلق پوچھا اس نے سارا حال بیان کیا نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ کو موسیٰ پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہو جائیں گے میں بھی ان لوگوں کے ساتھ بے ہوش ہو جاؤں گا سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا۔ میں دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا کونہ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے باللہ تعالیٰ نے ان کو بیہوشی سے مستحیٰ کر دیا ہے۔ (روایت ختم) تبصرہ: میں نہیں جانتا اور باقی خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں۔ سب لوگوں کی بے ہوشی پر اطلاع دے دی اور اگلی اطلاع بذریعہ وحی نازل ہوئی کہ میں نہیں جانتا“ اور دوسرے لفظ ”یا“ پر غور فرمائیں۔ کیا وہی مشکوک ہوتی ہے؟ وما علینا الا البلیغ المبین “

(۱۳) الجواب:

یہ حدیث صحیح بخاری میں سات مقامات پر ہے (۲۴۱۱، ۳۴۰۸، ۳۸۱۳، ۳۴۱۴، ۶۵۱۷، ۶۵۱۸، ۷۷۷۷)

اسے امام بخاری کے علاوہ درج ذیل محدثین نے بھی روایت کیا ہے:

مسلم بن الحجاج (صحیح مسلم: ۲۳۷۳) طحاوی (مشکل الآثار، طبع قدیمہ ۴۴۵/۱، معانی الآثار ۳۱۶/۲) ابویعلیٰ (المسند: ۶۶۴۳) التسانی (السنن الکبریٰ: ۷۷۵۸، ۷۷۵۹) ابوداؤد (السنن: ۴۶۷۱) ترمذی (السنن: ۳۲۴۵) وقال: ”هذا حدیث حسن صحیح“ ابن ماجہ (السنن: ۴۷۷۴) البغوی (شرح السنۃ ۱۵/۱۰۶ ج ۲ ح ۴۳۰۲ وقال: ”هذا حدیث متفق علی صحیحہ“ (دلائل النبوة ۵/۴۹۲)

امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے امام احمد رحمہ اللہ نے اسے روایت کیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد بن حنبل (۲۶۴۲، ۲۵۰)

یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل حلیل القدر ثقہ تابعین نے بیان کی ہے۔

① سعید بن المسیب

② ابوسلمہ بن عبد الرحمن

③ عبد الرحمن الاعرج

④ عامر الشعمی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسے سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے (صحیح بخاری: ۲۳۱۲ و صحیح مسلم:

۲۳۷۴ و مصنف ابن ابی شیبہ ۵۲۶/۱ ج ۳۱۸۲۸)

معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے لہذا منکر حدیث کا اس سے ”کیا وہی مشکوک ہوتی ہے؟“ کشید کرنا باطل ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ”میں نہیں جانتا“، الخ قرآن کریم کی درج ذیل آیت کے مطابق ہے۔

﴿وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ﴾ [آپ کہہ دیں کہ....] اور میں غیب نہیں جانتا (سورۃ الانعام: ۵۰)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَإِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدُ مَّا تُوعَدُونَ﴾ [سورۃ الانبیاء: ۱۰۹]

ترجمہ از شاہ ولی اللہ دہلوی: ”مئی دانم کہ نزدیک است یا دور است آنچہ وعدہ دادہ میشوید“ (ص ۳۹۹)

ترجمہ از شاہ عبدالقادر: ”اور میں نہیں جانتا، نزدیک ہے یا دور ہے، جو تم کو وعدہ ملتا ہے“ (ص ۳۹۹)

ترجمہ از احمد رضا خان بریلوی: ”میں کیا جانوں کہ پاس ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے“ (ص ۵۳۱)

معلوم ہوا کہ منکرین حدیث حضرات، احادیث صحیحہ کی مخالفت کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات کے بھی مخالف ہیں۔ ان کے

پاس نہ حدیث ہے اور نہ قرآن ہے، بس وہ اپنی خواہشات اور بعض نام نہاد ”مفکرین قرآن“ کے خود ساختہ نظریات و تحریفات

کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ مرنے سے پہلے پہلے رب کریم کی طرف سے مہلت ہے، جو شخص توبہ کرنا چاہے کر لے ورنہ یاد رکھے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے باغیوں اور سرکشوں کے لئے جہنم کی دہشتناک تیار کر رکھی ہے۔ اے اللہ! تو ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔ اے

اللہ! تو ہمیں کتاب و سنت پر ثابت قدم رکھ اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔ اے اللہ! ہمارے سارے گناہ معاف فرما دے، آمین۔

[انتہی] (۱۳/۱۳۲۶ القعدہ ۱۴۲۶ھ)

شذرات الذہب تبلیغی پروگرام کا افتتاح قرآن کی تلاوت سے ابو معاذ

ابونضرہ (المند ربین مالک بن قُطْعۃ العبیدی البصری رحمہ اللہ، تابعی/متوفی ۱۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

”کان أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا اجتمعوا، تذاکروا العلم وقرءوا سورة“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب (علمی مجلس وغیرہ کے لئے) اکٹھے ہوتے (تو) علمی مذاکرہ کرتے اور ایک سورت

پڑھتے تھے۔ [الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۱۲۰۷ و سندہ صحیح]

خطیب بغدادی کی تبویب سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کی ابتدا اور آغاز میں یہ قراءت قرآن ہوتی تھی۔

مترجم: محمد صدیق رضا

مؤلف: ابو عبد الرحمن الفوزی

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دخول جنت کی کیفیت سے متعلق قصہ

قصہ نمبر ۳: ”بینما عائشة فی بیتها إذ سمعت صوتاً فی المدینة فقالت: ما هذا؟ قالوا: غیر لعبد الرحمن بن عوف قدمت من الشام تحمل من کل شیء، قال: فكانت سبع مائة بعیر، فارتجت المدینة من الصوت فقالت عائشة: سمعت رسول الله ﷺ یقول: قد رأیت عبد الرحمن بن عوف یدخل الجنة حیواً، فبلغ ذلك عبد الرحمن فقال: إن استطعت لأدخلها قائماً، فجعلها بأقربها وأحماها فی سبیل الله عز وجل.“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تشریف فرما تھیں کہ اس دوران انہوں نے مدینہ میں ایک آواز سنی، فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو انہیں بتلایا گیا کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قافلہ ہے جو ملک شام سے لوٹا ہے، جس میں سات سو اونٹ تھے، جو بہت سی چیزوں سے لدھے ہوئے تھے۔ (اس کی) آواز سے مدینہ لرز اٹھا، پس سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ: میں عبد الرحمن بن عوف کو جنت میں داخل ہوتے ہوئے اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہو رہے ہیں۔ پس یہ (خبر) سیدنا عبد الرحمن بن عوف تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میرے لئے ممکن ہوا تو میں ضرور کھڑا ہو کر جنت میں داخل ہوں گا، پس آپ نے وہ سارے (اونٹ) ان کے پالان، ان کے لدان (یعنی تمام ساز و سامان) سمیت اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ [کذب منکر] (یہ منکر اور جھوٹا قصہ ہے)

اس روایت کو امام احمد نے اپنی مسند (ج ۶ ص ۱۱۵ ح ۲۵۳۴۲۲۸) طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۱۲۹ ح ۲۶۳) اور ابویعیم نے معرفۃ الصحابہ (ج ۱ ص ۳۱) میں عمارہ بن زاذان عن ثابت البنانی عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے ذکر کیا ہے۔ میں (فوزی) کہتا ہوں: اس کی سند میں ”عمارہ بن زاذان“ ہے اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا: منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۔ (۲) ابو حاتم الرازی نے فرمایا: لا یحتج بہ، اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (۳) دارقطنی نے فرمایا: ضعیف ہے۔ (۴) بخاری نے فرمایا: اکثر اوقات یہ اپنی حدیث میں مضطرب ہوتا ہے۔ (۵) الساجی نے فرمایا: اس میں ضعف ہے، یہ کچھ نہیں اور نہ ہی حدیث میں قوی ہے۔

دیکھئے۔ تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۳۶۵) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۲۰۳) عقیلی کی الضعفاء الکبیر (ج ۳ ص ۳۱۵) اور ابن عبد البہادی کی بحرالدم (ص ۳۱۰)

ابن الجوزی نے کہا کہ: احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث منکر اور جھوٹ ہے [امام احمد سے یہ قول باسند صحیح ثابت نہیں ہے] مدارہ الحدیث [عمارہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو حاتم الرازی نے کہا کہ عمارہ سے حجت نہیں لی جاتی اور اس روایت کو الجراح بن منہال نے اپنی سند سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا: اے ابن عوف! بے شک تم مالدار لوگوں میں سے ہو، تم جنت میں داخل نہیں ہو گے مگر سرین کے بل سرکتے ہوئے، تم اپنے رب کو قرض دووہ تمہارے دونوں قدموں کو آزاد کر دے گا۔

امام نسائی نے کہا: یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اور ”الجراح“ (راوی) متروک الحدیث ہے، یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”جراح“ کی حدیث کچھ نہیں (یعنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی) ابن المدینی نے فرمایا: اس کی حدیث لکھی نہ جائے، ابن حبان نے فرمایا: یہ جھوٹ بولتا تھا دارقطنی نے فرمایا: ابن اسحاق نے اس سے روایت کی اور (تدلیس کرتے ہوئے) اس کے نام کو الٹ پلٹ دیا اور کہا: منہال بن الجراح (جب کہ فی الحقیقت اس کا نام الجراح بن منہال) اور یہ متروک ہے۔ ابن حجر نے القول المسدود (ص ۲۸) میں فرمایا کہ: جو کچھ میں سمجھتا ہوں، کلام میں وسعت کی گنجائش نہیں پس ہمارے لئے امام احمد کی یہ گواہی کافی ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے، اس کا اولین حمل یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہ ان احادیث میں سے ہے جن کے متعلق امام احمد نے فرمایا کہ یہ روایت لائق بیان نہیں اور جھوٹی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (ج ۷ ص ۱۶۴) میں فرمایا: عمارہ بن زاذان الصیدلانی نے اس (حدیث کو بیان) کرنے میں تفرد کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (مؤلف کا بیان ختم ہوا)

قصہ نمبر ۴: امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین رحمہما اللہ کا الرصافۃ کی مسجد والا قصہ

”احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین رحمہما اللہ نے الرصافۃ کی مسجد میں نماز ادا کی تو ایک قصہ گو واعظ کھڑا ہوا اور کہا ہم سے حدیث بیان کی احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی عبدالرزاق نے (معمّر سے اُس نے) قتادہ سے اور قتادہ نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ (نبی ﷺ نے) فرمایا:

”من قال لا إله إلا الله، خلق الله (من) كل كلمة منها طيراً منقاراً من ذهبٍ وریشه من مرجان...“

کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا: اللہ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا فرماتا ہے اس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور اس کا پر مرجان کا اور... لگا رہا ایک طویل قصہ بیان کرنے میں... پس احمد بن حنبل یحییٰ کی طرف اور یحییٰ امام احمد کی طرف (حیرت سے) دیکھنے لگے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: کیا آپ نے اس سے یہ روایت بیان کی ہے؟ تو امام احمد نے فرمایا: نہیں اللہ کی قسم میں نے تو یہ روایت بیان نہیں کی۔ پس جب وہ قصہ گو فارغ ہوا اور ایک جگہ لی (یعنی وہ کسی جگہ جا بیٹھا) تو امام یحییٰ نے فرمایا۔۔۔ (اور بتاؤ) تم سے یہ قصہ کس نے بیان کیا؟ میں ابن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل اگر (تمہارے لئے) جھوٹ بولنا ضروری ہی تھا تو ہمارے علاوہ کسی اور پر ہی بول دیتے (ہم پر یہ ظلم کیوں)؟ تو اس قصہ گو نے کہا: آپ یحییٰ بن معین ہیں؟ فرمایا: ہاں، تو اس نے کہا: میں سنتا چلا آیا تھا کہ آپ احمق ہیں پس اس گھڑی میں نے جان لیا۔ (آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں) گویا دنیا میں کوئی اور یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہے ہی نہیں۔ جب کہ میں نے ان کے علاوہ سترہ (۱۷) احمد بن حنبل نامی راویوں سے روایت لکھی ہیں، پس (یہ سن کر) احمد بن حنبل نے اپنی آستین اپنے چہرہ پر ڈال دی اور فرمایا: چھوڑ دو، اسے کھڑے ہونے دو۔ تو وہ اس طرح کھڑا ہوا گویا کہ ان کا

مذاق اڑا رہا ہو۔ یہ موضوع، من گھڑت اور خود ساختہ قصہ ہے۔
اس قصہ کو ابن الجوزی نے الموضوعات (ج ۱ ص ۴۶) اور القصاص والمذکرین (ص ۳۰۴) میں ابن حبان نے الضعفاء (ج ۱ ص ۷۵) اور حاکم نے المدخل الی کتاب الاکلیل (ص ۵۷) میں ”عن ابرہیم بن عبد الواحد الطبري قال: سمعت جعفر بن محمد الطيالسي يقول“ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔
میں کہتا ہوں: اس کی یہ سند وضع کردہ ہے۔ اس میں ابراہیم بن عبد الواحد الطبري حدیث کے وضع کرنے سے متم ہے۔ دیکھئے الحلی کی الکشف الحشیث (ص ۳۹) ذہبی نے میزان میں اس کے ترجمہ (حالات) میں فرمایا: میں نہیں جانتا یہ ہے کون؟ ایک منکر حکایت لایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے یہ روایت گھڑی ہے۔ یہ احمد بن حنبل اور ابن معین کا الرصانة کی مسجد میں نماز پڑھنے والی کہانی ہے۔ اس قصہ کو سیوطی نے الآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعۃ میں (ج ۲ ص ۳۴۶) میں اور قرطبی نے اپنی تفسیر (ج ۱ ص ۷۹) میں ذکر کیا ہے۔ (مؤلف کا بیان ختم ہوا)

قصہ نمبر ۵: سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ

رسول اللہ ﷺ نے جنگ احزاب کے سال خندق کے لئے نشان لگائے یہاں تک کہ آپ ”المذانح“ مقام تک پہنچے پس آپ ﷺ نے ہر دس افراد کے لئے چالیس گز مقرر کئے۔
مہاجرین و انصار سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق بحث کرنے لگے، سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ طاقت ور آدمی تھے۔ مہاجرین نے کہا کہ سلمان (رضی اللہ عنہ) ہم میں سے ہیں اور انصار نے کہا کہ وہ ہم میں سے ہیں، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سلمان ہم میں سے ہیں، ہمارے اہل بیت ہیں“ [سخت ضعیف روایت ہے]
اسے حاکم نے المستدرک (ج ۳ ص ۵۹۸) الطبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۶ ص ۲۱۲) ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج ۴ ص ۸۲) ابو نعیم نے اخبار اصحابان (ج ۱ ص ۵۴) بیہقی نے دلائل النبوة (ج ۳ ص ۴۱۸) ابوالشیخ نے طبقات المحرثین (ج ۱ ص ۲۰۵) اور الطبری نے (تفسیر ج ۱ ص ۱۳۳، تاریخ ج ۲ ص ۹۱، ۹۲) میں ”کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده“ کی سند سے روایت کیا اور اس قصہ کو ذکر کیا۔
یہ سند کمزور ہے، اس میں ”کثیر بن عبد اللہ المزني“ ہے۔

امام احمد نے اسے منکر الحدیث کہا۔ امام ابن معین نے فرمایا: یہ کچھ بھی نہیں۔ ابو حاتم نے فرمایا: یہ متین (مضبوط) نہیں، امام نسائی نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں، امام شافعی و امام ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ جھوٹ کا ایک رکن ہے۔ دارقطنی اور ان کے علاوہ دیگر (محدثین) نے فرمایا: یہ متروک راوی ہے، ابن حبان نے فرمایا کہ یہ بہت زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ذہبی نے فرمایا: کمزور راوی ہے۔ [دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۸ ص ۳۷۷) فتح الباری (ج ۵ ص ۱۹) تاریخ امام عثمان بن سعید الدارمی (ص ۱۹۵) کتاب المجروحین لابن حبان (ج ۲ ص ۲۲۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۲۳) ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۲۶) انہی کی الکشف (ج ۳ ص ۵) انہی کی المجرد (ص ۲۶۱) ابن عبد البہادی کی بحر الدم

(ص ۳۵۶) جوز جانی کی ”احوال الرجال“ (ص ۱۳۸) دارقطنی کی ”المؤتلف والمختلف“ (ج ۱ ص ۳۲۷) امام ابن معین کی ”التاریخ“ (ج ۳ ص ۱۴۴) ابن قطلوبغا کی ”من روی عن أبیه عن جدّه“ (یعنی: جس نے اپنے والد سے اور والد نے دادا سے روایت کی) (ص ۵۱۳) ابن الجبند کی ”سوالات“ (ص ۴۶۹) [

المناوی نے فیض القدیر (ج ۳ ص ۱۰۶) میں اسی راوی کی وجہ سے اس روایت کو معلول قرار دیا اور کہا: حافظ ذہبی نے قطعی طور پر اس سند کا ضعف بیان کیا اور ایشی نے فرمایا: اس روایت کی سند میں طبرانی کے ہاں ”کثیر بن عبد اللہ المزنی“ ہے جسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ انتہی

علامہ البانی نے الجامع (۴۱۸) میں فرمایا: ”ضعیف جدا“ سخت ضعیف روایت ہے۔ الذہبی نے اس کثیر المزنی کی سند سے اس روایت کو السیر (ج ۱ ص ۵۴۰) میں اور ابن الجوزی نے ”صفۃ الصفوۃ“ (ج ۱ ص ۵۳۵) میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کو العجلونی نے بھی ”ضعیف“ قرار دیا جیسا کہ ”کشف الخفاء“ (ج ۱ ص ۵۵۸) میں ہے۔ اس حدیث کا ایک ”شاہد“ (تائیدی روایت) ہے جو ابوالشیخ نے ”طبقات المحرثین“ (ج ۱ ص ۲۰۴) میں اور ابویعلیٰ نے اپنی مسند (ج ۱ ص ۱۴۲) میں طوالت سے ”النضر بن حمید عن سعد الأسکاف عن أبي جعفر محمد بن علي عن أبيه عن جدّه أن النبي ﷺ قال: سلمان من أهل البيت“ کی سند سے بیان کیا ہے۔

اس کی سند بھی انتہائی کمزور ہے اس کی دو علتیں ہیں:

۱: النضر بن حمید الکندی ہے اس سے متعلق ابوحاتم نے فرمایا: یہ متروک الحدیث ہے اور بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث ہے۔
۲: سعد بن طریف الاسکاف متروک راوی ہے، ابن حبان نے اسے وضع حدیث کے ساتھ مہتم کیا۔ یہ رافضی تھا جو جانی نے فرمایا: یہ مذموم راوی تھا۔

حوالے: دیکھئے ذہبی کی میزان (ج ۵ ص ۳۸۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۱۷۵) ابن حجر کی التقریب (ص ۲۳۱) جوز جانی کی احوال الرجال (ص ۵۸) اور ابن الجبند کی ”سوالات“ (ص ۳۳۲) پیشی نے مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۱۷) میں اسے ذکر کیا پھر فرمایا: اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا اس کی سند میں النضر بن حمید الکندی ہے اور وہ متروک ہے۔ انتہی

ابن حجر نے المطالب العالیہ (ج ۳ ص ۸۳، ۸۴) میں اسے ذکر کیا اور کہا کہ اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اس کا ایک موقف شاہد بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے المصنف (ج ۴ ص ۱۴۸) ابن سعد نے ”الطبقات الکبریٰ“ (ج ۴ ص ۸۵) (یعقوب بن سفیان) الفارسی نے المعرفۃ والتاریخ (ج ۴ ص ۵۴۰) اور ابونعیم نے اخبار اصحابان (ج ۱ ص ۵۴) میں ابوالختری کی سند سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا: ہمیں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر دیں تو آپ نے فرمایا: (سلمان رضی اللہ عنہ) نے اول و آخر کا علم پالیا، وہ ایسا سمندر ہیں کہ جس کی گہرائی لامحدود ہے اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

اس کی بھی سند ضعیف ہے اس لئے کہ ابوالختری سعید بن فیروز الطائی نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا جیسا کہ ابوحاتم

وغیرہ نے بتایا ہے لہذا یہ سند منقطع ہے۔

حوالے: دیکھئے ابن ابی حاتم کی المراسیل (ص ۶۸) اور العلانی کی جامع التحصیل (ص ۱۸۳)

ابن حجر نے تہذیب التہذیب (ج ۴ ص ۶۵) میں ابوالخثری کے احوال میں بیان فرمایا: کہ ابن سعد نے کہا: یہ ابن الاشعث کے ساتھ ۸۳ھ میں قتل ہوئے، یہ کثیر الحدیث تھے اپنی حدیث میں ارسال کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے جب کہ ان میں سے اکثر سے ان کا سماع ثابت نہیں، پس ان کی جو احادیث سماع پر محمول ہیں تو وہ حسن ہیں، اور جس میں سماع کا ثبوت نہیں تو وہ ضعیف ہیں۔ انتہی

(چونکہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تو سماع ثابت نہیں اس لئے یہ واقعہ بھی ضعیف ہے/ مترجم)

طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۴ ص ۲۱۳) میں اسے ”ابراہیم بن یوسف الصیرفی: ثنا علی بن عباس عن

الأعمش عن عمرو بن مرة وإسماعیل بن أبی خالد عن قیس بن أبی حازم قال: سئل علی بن أبی

طالب“ کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اور اس کی تین علتیں ہیں:

پہلی علت (یعنی وجہ ضعف): علی بن عباس الاسدی ہے اس کے متعلق ابن معین نے فرمایا: لیس بشی ء یہ کچھ بھی نہیں، النساءى....، ابن عدی اور ابن حجر نے فرمایا: یہ ضعیف ہے۔ جوز جانی نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث اور کمزور راوی ہے۔ ابن حبان نے فرمایا: اس کی غلطیاں حد سے بڑھی ہوئی ہیں اس لئے یہ روایت میں ”ترک“ کا مستحق ہے یعنی اس کو ترک کر دیا جائے اس سے روایت نہ لی جائے اور الساجی نے فرمایا کہ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔

دوسری علت: ابراہیم بن یوسف الصیرفی ہیں جو کہ صدوق ہیں لیکن اس میں کچھ ضعف ہے۔

[تنبیہ: ابراہیم بن یوسف الصیرفی صدوق حسن الحدیث ہے۔ جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ اس پر

ابو عبد الرحمن الفوزی کی جرح مردود اور باطل ہے/ حافظ زبیر علی زئی]

تیسری علت: الأعمش سلیمان بن مہران الاسدی ہیں اور یہ مدلس ہیں اس روایت کو انہوں نے عن سے بیان کیا اور

سماع کی تصریح نہیں کی۔

[حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۴/۲۱۴) میں اعمش کے ترجمہ میں کہا کہ ”وہ مدلس ہیں اور کبھی کبھی ضعیف سے بھی

تدلیس کرتے تھے، پس جب حدیث کہیں تو اس پر کوئی کلام نہیں ہے۔ جب عن کہیں تو تدلیس کا احتمال ہے۔“]

حوالے: دیکھئے ابن حجر کی تہذیب (ج ۷ ص ۳۰۱) اور انہی کی تقریب (ص ۵۹، ۲۵۴) اور تعریف اہل التقدیس

(ص ۶۷) سیوطی کی اسماء المدلسین (ص ۹۸) اور ابن الجبلی کی التبیین لاسماء المدلسین (ص ۳۱) اور المقدسی کی قصیدۃ

فی المدلسین (ص ۴۸) الانصاری کی الاتحاف (ص ۲۹)

اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۴ ص ۲۱۳) میں بھی روایت کیا ہے، اسی طرح ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۱۸۷)

میں ”حبان بن علی: ثنا عبد الملک بن جریج عن أبی حوب بن أبی الأسود عن أبیہ و عن رجل

عن زاذن الکندی“ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تھے... (پھر اسے ذکر کیا)

اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: حبان بن علی العنزی ہیں۔

اس کے متعلق امام ابن معین نے فرمایا: اس کی حدیث کچھ بھی نہیں۔ جوز جانی نے فرمایا: حدیث میں کمزور راوی تھا۔ نسائی و دارقطنی نے فرمایا: ضعیف تھا امام بخاری نے فرمایا: کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہ تھا، اور ابن حبان نے کہا: یہ کھلی غلطیاں کرنے والا تھا، اس کے معاملے میں توقف ضروری ہے۔

دوسری علت: عبدالملک بن جریج مدلس ہیں انہوں نے (بشرط صحت) اس روایت کو عن سے بیان کیا اور سماع کی تصریح نہیں کی۔

حوالے: دیکھئے ابن حبان کی کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۲۶۱) ابن حجر کی تقریب (ج ۱ ص ۱۶۹، ۳۶۳) و تعریف اہل التقدیس (ص ۹۵) جوز جانی کی احوال الرجال (ص ۷۰) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۱ ص ۱۸۷) ابن الجبید کے سؤالات (ص ۲۸۳، ۴۶۲) دارقطنی کی الضعفاء (ص ۱۸۷) نسائی کی الضعفاء (ص ۸۹) امام بخاری کی التاریخ الکبیر (ج ۳ ص ۸۸) اور انہی کی الضعفاء الصغیر (ص ۷۶) ابن العجمی کی التبیین لاسماء المدلسین (ص ۱۰۱) المقدسی کا قصیدۃ فی المدلسین (ص ۴۹) الانصاری کی الاتحاف (ص ۳۷) خطیب بغدادی نے اسے ”الموضح“ (ج ۱ ص ۲۶۲) میں بطریق ”أبو علي الحسن بن الحسين بن العباس النعالي: أخبرنا سعد بن محمد بن إسحاق الصيرفي: حدثنا الحسين بن عمر الثقفي: حدثنا مسروق بن الممرزبان: حدثنا شريك عن عثمان بن أبي زرعة عن سالم بن أبي الجعد قال: سئل علي بن أبي طالب“ روایت کیا۔

اس کی سند بھی انتہائی کمزور ہے اس کی چار علتیں ہیں:

پہلی علت: الحسن بن الحسين بن العباس النعالي...

دوسری علت: شریک بن عبداللہ القاضی ہیں۔ یہی الحفظ تھے یعنی سؤء حافظہ کا شکار تھے۔

تیسری علت: سالم بن ابی الجعد نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا۔

چوتھی علت: مسروق بن الممرزبان ہے: اس سے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: یہ قوی نہیں ہے۔

حوالے: دیکھئے ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۸) انہی کی اکاشف (ج ۳ ص ۱۲۱) ابن ابی حاتم کی الجرح والتعديل (ج ۸ ص ۳۹) خطیب کی تاریخ بغداد (ج ۷ ص ۳۰۰) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۱۱۶) ابن ابی حاتم کی المراسیل (ص ۷۰) اور العلائی کی جامع التحصیل (ص ۱۷۹)

قصہ نمبر ۶: خالد بن عبداللہ القسری کا الجعد بن درہم کے ساتھ قصہ

”میں خالد بن عبداللہ القسری کے پاس عید الاضحیٰ کے دن واسط (مقام) پر حاضر ہوا تو خالد القسری نے کہا: لوٹ جاؤ اور قربانی کرو اللہ تعالیٰ تم سے (تمہارا یہ عمل) قبول فرمائے، یقیناً میں تو جعد بن درہم کی قربانی کرنے والا ہوں

(یعنی اس کو ذبح کروں گا اس لئے کہ) اس کا یہ زعم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (اپنا) خلیل نہیں بنایا تھا اور نہ ہی سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا اللہ تعالیٰ اس کی اس بات سے جو جعد بن درہم کہتا ہے بہت زیادہ بلند ہے (یعنی یہ اس کا اللہ پر جھوٹ ہے) پھر وہ اترے اور انہوں نے جعد بن درہم کو ذبح کیا۔“

[تحت ضعیف قصہ ہے]

تخریج: اس روایت کو امام بخاری نے التاریخ (ج ۲ ص ۶۴) خلق افعال العباد (ص ۱۲) بیہقی نے السنن الکبریٰ (ج ۱ ص ۲۰۵) اور ”الاسماء والصفات“ (ص ۳۵۰) دارمی نے الرد علی الجہمیۃ (ص ۱۷) اور الرد علی المرئسی (ص ۱۱۸) اللاکلانی نے شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ (ج ۲ ص ۳۱۹) الآجری نے الشریعۃ (ص ۹۷، ۳۲۸) المزنی نے تہذیب الکمال (ق ۳۱۹/۱) میں اور (محدث) النجاشی نے ”الرد علی من یقول القرآن مخلوق“ (ص ۵۴) میں ”القاسم بن محمد: ثنا عبد الرحمن بن محمد بن حبیب عن أبی عن جده قال“ کی سند سے روایت کیا اور یہ قصہ ذکر کیا۔

[تنبیہ: ”شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ“ کے نام سے، لاکلانی سے منسوب کتاب با سند صحیح ثابت نہیں ہے۔ اس کتاب کا بنیادی راوی احمد بن علی بن الحسین بن زکریا الطریثیشی تحت ضعیف و مجروح راوی ہے۔ محدث ابو طاهر السلفی نے اس کی توثیق کی ہے لیکن شجاع الذہلی، ابوالقاسم بن السمر قندی وغیرہما جمہور نے اس پر جرح کی ہے۔ محمد بن ناصر اسے کذاب سمجھتے تھے۔ دیکھئے (لسان المیزان ج ۱ ص ۲۲۷، ۲۲۸) لہذا اس غیر ثابت کتاب سے اصول میں استدلال کرنا صحیح نہیں ہے/ زیر علی زنی) اس کی سند تحت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: اس کی سند میں عبد الرحمن بن محمد ہیں جو صرف ”مقبول“ (یعنی مجہول الحال / مستور) راوی ہیں جیسا کہ ابن حجر کی تقریب (ص ۳۴۹) میں ہے اور مقبول کی روایت متابعت میں تو قابل قبول ہوتی ہے لیکن تفرّد کے وقت (یعنی مقبول راوی جب اپنی روایت میں منفرد ہو تو) جیسا کہ اس روایت میں ہے تو یہ (راوی) لین الحدیث (ضعیف راوی) ہے جیسا کہ (تقریب کے) مقدمہ (ج ۱ ص ۷۴) میں ابن حجر نے لکھا ہے۔ ذہبی نے فرمایا: یہ پہچانا نہیں جاتا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۹۹)

دوسری علت: محمد بن حبیب ہے، یہ مجہول راوی ہے جیسا کہ ابن حجر کی تقریب التہذیب (ص ۴۷۳) اور ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۴۲۸) میں لکھا ہوا ہے۔

اس روایت کو ابن ابی حاتم نے الرد علی الجہمیۃ میں روایت کیا، جیسا کہ حافظ ذہبی کی کتاب العلو (المختصر ص ۱۳۴) میں بطریق ”عیسیٰ بن أبی عمران الرملي: حدثنا أيوب بن سويد عن السري بن يحيى قال: خطبنا خالد القسري:“ کی سند سے روایت کیا اور اس قصہ کا ذکر کیا۔

اس کی سند بھی تحت ضعیف ہے اور اس کی بھی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: عیسیٰ بن ابی عمران الرملی ہے۔ ابن ابی حاتم نے رملہ (مقام) پر اس سے (روایات) لکھیں، جب ان کے والد ابو حاتم نے اس کی حدیث کو دیکھا تو فرمایا: ”اس کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ سچا نہیں، تو اس سے

روایت کرنا چھوڑ دیا۔ دیکھئے الجرح والتعديل (ج ۲ ص ۲۸۴) اور ذہبی کی میزان الاعتدال (ج ۴ ص ۳۳۹) دوسری علت: ایوب بن سوید ہے اس کے متعلق عبداللہ بن المبارک نے فرمایا: اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ کچھ نہیں ہے یہ حدیثیں چوری کرتا تھا۔ امام بخاری نے فرمایا: محدثین اس کے متعلق کام کرتے تھے۔ جوزجانی نے فرمایا: واہی الحدیث (حدیث میں کمزور ہے) امام احمد، الساجی اور ابوداؤد نے فرمایا: ضعیف ہے، نسائی نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں ہے۔ ابوحاتم نے فرمایا: لیکن الحدیث۔

حوالے: دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۳۵۴) میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۸۷) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۱ ص ۱۳۰) سوالات ابن الجنبید (ص ۴۰۷) امام ذہبی کی الکاشف (ج ۱ ص ۹۳) ذاکر نجم عبدالرحمن کی ”مجمع الجرح والتعديل لرجال السنن الکبریٰ“ (ص ۲۲) اور جوزجانی کی احوال الرجال (ص ۱۵۵) تاریخ ابن معین (ج ۲ ص ۴۵۱) ابن عبدالبہادی کی بحر الدم (ص ۷۷) ابن عدی کی الکامل (ج ۱ ص ۳۵۱)

قصہ نمبر ۷: سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیدنا ثعلبہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر تعجب! اے ثعلبہ تھوڑا مال کہ جس پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے بہتر ہے اس بہت زیادہ مال سے کہ جس پر (شکر ادا کرنے کی) تو طاقت نہ رکھتا ہو۔ کیا تو رسول اللہ ﷺ کی طرح نہیں ہونا چاہتا؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں اللہ سے اس بات کا سوال کروں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے پہاڑوں کو سونے چاندی کا بنا دے تو یہ بن جائیں۔

ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) پھر لوٹ کر آپ کی طرف آئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے، اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں ہر حق دار کو اس کا حق ضرور دیا کروں گا، تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما، اے اللہ! ثعلبہ کو مال عطا فرما۔

(راوی نے) کہا کہ ثعلبہ نے کچھ بکریاں لیں، تو وہ اس طرح پر نشوونما پائیں جس طرح کہ کیڑے مکوڑے نشوونما پاتے ہیں، (یہ بکریاں اس قدر بڑھ گئیں) کہ مدینہ کی جگہ ان کے لئے تنگ ہو گئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے۔

پھر وہ انہیں لے کر مدینہ سے کچھ دور چلے گئے، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے پھر ان بکریوں کی طرف چلے جاتے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ کی چراگاہیں ان پر تنگ ہوئیں تو وہ ان بکریوں کو لے کر کچھ اور دور چلے گئے پھر صرف جمعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور پھر ان بکریوں کی طرف نکل جاتے، پھر وہ بکریاں کچھ اور زیادہ ہوئیں تو وہ اور بھی دور چلے گئے انہوں نے باجماعت نماز اور جمعہ ترک کر دیا (کبھی کبھی قافلے گزرتے) تو وہ سوار لوگوں سے ملتے اور پوچھتے کہ تمہارے پاس دین کی باتوں میں سے (کوئی نئی بات) ہے اور لوگوں کا کیا حال ہے؟

اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ انہیں پاک صاف کریں اور ان کا تزکیہ کیجئے [التوبہ: ۱۰۳] تو رسول اللہ ﷺ نے صدقات جمع کرنے کے لئے انصاریوں میں سے۔۔۔ اور بنی سلیم کے ایک شخص (بنی النعمان) کو مقرر فرمایا۔ اور انہیں آپ ﷺ نے صدقات (یعنی زکوٰۃ) کی سنت اور احکامات لکھوا دیئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں سے صدقات (زکوٰۃ) وصول کریں اور ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھی جائیں اور ان سے ان کے مال کی زکوٰۃ وصول کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچے تو انہیں رسول اللہ ﷺ کی لکھی ہوئی تحریر دکھائی، ثعلبہ نے فرمایا: تم لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر لو جب ان سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آ جانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا (جب وہ آئے) تو ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ اللہ کی قسم! یہ (زکوٰۃ کا وصول کرنا) تو جزیہ ہی کا بھائی ہے (یعنی جزیہ کی قسم ہے) تو وہ زکوٰۃ وصول کرنے والے چل پڑے، جب رسول اللہ ﷺ سے آ کر ملے [اور انہیں یہ بات بتلا دی کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) تو یہ کہتے ہیں] تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر (یہ آیت) نازل فرمائی:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

اور ان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ اگر اللہ نے اپنے فضل سے ہمیں عطا کیا تو ہم ضرور صدقات دیں گے۔ (یکذبون) تک۔ یعنی۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ [التوبہ: ۷۵-۷۷]

تو کہا کہ ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کے ایک قریبی انصاری صحابی سوار ہوئے اور ان تک پہنچے اور ان سے کہا۔

”تیرا ناس ہو! اے ثعلبہ! تو تو ہلاک ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن مجید میں یہ یہ نازل فرمایا ہے۔

پس ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) اپنے سر پر خاک ڈالتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آئے: اے اللہ کے رسول! اے اللہ کے رسول! (لیکن) اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمائی یعنی رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر ان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (انہیں زکوٰۃ دی) اور کہا کہ: اے ابوبکر! آپ میری قوم کا میرے متعلق رویہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میرے تعلق کو جانتے ہیں، میری زکوٰۃ قبول کیجئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے (دور خلافت میں ان کے) پاس آئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے (دور خلافت میں ان کے) پاس آئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے (دور خلافت میں ان کے) پاس آئے تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ [یہ روایت من گھڑت ہے]

تخریج: اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۸ ص ۲۶۰) ”الاحادیث الطوال“، المعجم الکبیر (ج ۵ ص ۲۲۵) ابونعیم نے ”معرفۃ الصحابة“ (ج ۳ ص ۲۷۲) طبری نے اپنی تفسیر (ج ۱ ص ۳۷۰) ابن اثیر نے ”اسد الغابۃ“ (ج ۱ ص ۲۸۴) بیہقی نے ”دلائل النبوة“ میں (ج ۵ ص ۲۸۹) الواحی نے اسباب النزول (ص ۲۹۰) ابن عبد البر نے ”الاستیعاب“ (ج ۲ ص ۳۱۲) میں مختصراً، بغوی نے اپنی تفسیر (ج ۲ ص ۳۱۲) اور ابن حزم نے مختصراً المحلی (ج ۱ ص ۲۰۸) میں مختلف سندوں سے ”عن معان بن رفاعۃ عن ابي عبد الملك علي بن يزيد الالہاني عن القاسم بن

عبدالرحمن عن أبي أمانة الباهلي عن ثعلبة بن حاطب “ کی سند سے اس قصہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔
میں کہتا ہوں: یہ سند انتہائی کمزور ہے اس کی دو علتیں ہیں:

پہلی علت: معان بن رفاعۃ السلامی ہے جو لین الحدیث (ضعیف) ہے اور بہت زیادہ ارسال کرتا ہے۔

دوسری علت: علی بن یزید الالبانی ہے اس پر شدید جرح ہے۔

امام بخاری نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے دارقطنی، البرقی اور الازدی نے اسے متروک قرار دیا۔
اور ابوحاتم نے فرمایا: یہ ضعیف ہے، اس کی احادیث منکر ہیں۔ نسائی نے فرمایا کہ متروک راوی ہے۔ اور ابوزرعہ نے فرمایا
کہ یہ قوی نہیں، ابونعیم نے فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ حاکم نے فرمایا: ذاہب الحدیث (حدیث میں گیا گزرا ہے)
جوزجانی نے فرمایا کہ میں نے بہت سے ائمہ کرام کو دیکھا کہ وہ اس کی احادیث جو یہ روایت کرتا ان کا انکار کرتے تھے۔

حوالے: دیکھئے تہذیب (ج ۷ ص ۳۶۶) تقریب (ج ۲ ص ۵۳۷) فتح الباری (ج ۱ ص ۵۴۰) میزان الاعتدال

(ج ۴ ص ۸۱) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۲۰۰) اور جوزجانی کی احوال الرجال (ص ۱۶۵)

ابن حزم نے المحلی (ج ۱ ص ۲۰۸) میں اس حدیث کو سند مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”وهذا باطل بلاشك“ بلاشبہ یہ باطل قصہ ہے۔

علامہ العراقی نے احیاء العلوم کی تخریج (ج ۳ ص ۳۷۲) میں فرمایا ”طبرانی نے ضعیف سند سے اس کو روایت کیا۔“
حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث الکشاف (ص ۷۷) میں اسی سند مذکور کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد
فرمایا: ”وهذا إسناد ضعيف جداً“ یہ سخت ضعیف سند ہے۔

علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد (ج ۷ ص ۳۲) میں اس قصہ کو ذکر کیا پھر فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اس کی
سند میں علی بن یزید الالبانی ہے اور وہ متروک ہے۔ إلخ

اس روایت کو طبری نے اپنی تفسیر میں (ج ۱ ص ۳۷۰) اور بیہقی نے ”دلائل النبوة“ (ج ۵ ص ۲۸۹) میں ”محمد بن

سعد قال: حدثني أبي قال: حدثني عمي الحسين بن الحسن بن عطية قال: حدثني أبي عن أبيه
عطية بن سعد عن ابن عباس “ کی سند سے روایت کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ
اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ﴾ کے متعلق فرمایا کہ انصاریوں میں سے ایک شخص تھے انہیں ثعلبہ (رضی اللہ عنہ) کہا جاتا تھا، ایک مجلس میں
حاضر ہوئے اور فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے (مال) عطا فرمایا تو میں ہر حق دار کو اس کا حق دوں گا، صدقہ
کروں گا اور رشتہ داروں کو بھی دوں گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمائش میں مبتلا کیا اور انہیں مال عطا فرمایا، پس انہوں نے
اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی، پس اللہ تعالیٰ ان کی اس وعدہ خلافی پر ان سے ناراض ہوا، تو اللہ نے ان کے حال کو بیان
کرتے ہوئے قرآن میں یہ فرمایا کہ ”وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ“ الآية إلى قوله: (يَكْذِبُونَ)
مؤلف نے کہا: اس کی سند انتہائی تاریک ہے (اور) ضعف کی کئی وجوہات کے ساتھ مسلسل ہے۔

پہلی علت: محمد بن سعد العونی ہیں ان کے متعلق خطیب نے فرمایا: حدیث میں کمزور تھا۔

دوسری علت: اس کا والد ہے، امام احمد نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ ”جہمی“ ہے، اور فرمایا کہ یہ ایسے لوگوں میں سے نہیں کہ اس سے روایت لکھنے میں تساہل برتا جائے نہ ہی اس کا یہ مقام ہے، اس بات کو خطیب نے بیان فرمایا۔
تیسری علت: الحسن بن الحسن بن عطیہ العوفی ہے، اسے یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا، ابن حبان نے فرمایا: ایسی روایتیں بیان کرتا ہے جن پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی، اس کی روایت سے حجت لینا جائز نہیں، ابو حاتم نے اسے ضعیف الحدیث قرار دیا، اور جوز جانی نے فرمایا: واہی الحدیث ہے، نسائی نے ضعیف کہا، ابن سعد نے فرمایا: اس نے بہت سی احادیث سنی ہیں، حدیث میں ضعیف تھا۔

چوتھی علت: الحسن بن عطیہ العوفی ہے، اس کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا: ضعیف الحدیث، بخاری نے فرمایا: یہ کچھ نہیں، ابن حبان نے فرمایا: منکر الحدیث ہے، میں نہیں جانتا کہ اس کی احادیث میں مصیبت خود اس کی طرف سے ہے یا اس کے والد کی طرف سے یا ان دونوں ہی کی طرف سے ہے کیونکہ اس کے والد حدیث میں کچھ بھی نہیں، پس یہیں سے اس کا معاملہ مشتبه ہوتا ہے اس کو ترک کر دینا لازم ہے، ابن حجر نے کہا: یہ ضعیف ہے۔

پانچویں علت: عطیہ بن سعد العوفی ہے، اسے ثوری نے ضعیف قرار دیا، اسی طرح ہشیم، یحییٰ بن معین، احمد، (ابو حاتم) الرازی، النسائی، ابن عدی، ابو زرعة، الذہبی اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا۔

حوالے: ابن حجر کی فتح الباری (ج ۳ ص ۴۱۲ و ج ۴ ص ۳۰۵ و ج ۱۳ ص ۱۰۲) تہذیب (ج ۲ ص ۲۵۵، ج ۷ ص ۲۰۰) تقریب (ج ۱ ص ۱۶۲) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۱۸۰) ابن حبان کی کتاب المجروحین (ج ۱ ص ۲۳۴) خطیب کی تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۱۲۶) عقیلی کی الضعفاء (ج ۳ ص ۳۵۹) اور ابن عدی کی الکامل (ج ۵ ص ۲۰۰) ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قصہ باطل و محض من گھڑت ہے، اہل علم نے بیان کیا کہ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ جلیل القدر بدری صحابی ہیں، اور یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لا یدخل النار أحد شہد بدرًا أو الحديبية“ بدر و حدیبیہ میں شامل ہونے والا کوئی شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا [صحیح مسلم، عن جابر رضی اللہ عنہ: ج ۲ ص ۲۹۵ بلفظ آخر]

[تنبیہ: صحیح مسلم میں فوزی کے بیان کردہ الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ صحیح مسلم میں یہ لکھا ہوا ہے کہ: ”لا یدخلها فإنه شہد بدرًا والحديبية“ وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ بے شک وہ بدر اور حدیبیہ میں شامل تھا۔]

اور نبی ﷺ نے اپنے رب عز و جل کا کلام بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”إعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم“ (اے اہل بدر) تم جو چاہو عمل کرو یقیناً میں تمہاری بخشش کر چکا ہوں۔ (بخاری: ۳۰۰۷ و مسلم: ۲۴۹۴)
اب جو اس مقام و مرتبہ پر فائز ہوا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کس طرح اس کے دل میں نفاق باقی چھوڑ سکتا ہے؟
(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

توضیح الأحكام

حالت خطبہ میں دو رکعت نماز

سوال: ”درج ذیل الفاظ سے مشہور حدیث کے بارے میں تحقیق درکار ہے:

إذا صعد الخطيب المنبر فلا يتحدثن أحدكم ومن يتحدث فقد لغا ومن لغا فلا جمعة له، أنصتوا
لعلكم ترحمون۔ اس حدیث کی تحقیق کے تحت مسئلہ کی محقق و مدلل وضاحت بھی فرمادیں۔ جزا کم اللہ خیراً۔“

[والسلام، ذکاء الرحمن ذکی (درجہ سابع) دارالعلوم تقویۃ الاسلام، اوڈانوالہ، ضلع فیصل آباد]

الجواب: یہ روایت مجھے حدیث کی کسی کتاب میں سند کے ساتھ نہیں ملی۔ اسے شیخ عبد المتعال (بن محمد) الجبری نے اپنی کتاب ”المشتہر من الحديث الموضوع والضعيف والبديل الصحيح“ میں ذکر کیا ہے۔

(۱۶۸، موسوعة الأحدث والآثار الضعيفة والموضوعة ج ۳ ص ۵۰۳ ح ۱۶۲۵)

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”باطل، قد اشتهر بهذا اللفظ على الألسنة وعلق على المنابر ولا أصل له“
یہ روایت باطل ہے۔ یہ زبانوں پر مشہور ہے اور منبروں پر اسے لکھ کر لٹکا جاتا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے (سلسلہ
الأحدث الضعيفة والموضوعة ج ۱ ص ۸۷) اس بے اصل اور موضوع روایت کے دو شاہد (تائید والی روایتیں) ہیں۔

① عن أبي هريرة رضي الله عنه (السنن الكبرى للبيهقي ۱۹۳/۳)

یہ سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

اول: الحسن بن علی (یا علی بن الحسن) العسکری کی توثیق نامعلوم ہے۔

دوم: محمد بن عبد الرحمن بن (سہیل یا سہم) کی توثیق نامعلوم ہے۔

سوم: یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں (دیکھئے تقریب التہذیب: ۶۳۲، والکت علی ابن الصلاح ۶۳۲/۲ و تحف المہرۃ
۳۲۵/۳ ح ۳۱۲۲)

امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ: ”ویحیی بن أبي كثير معروف بالتدليس“ (العلل الواردة ۱۲۴/۱۱ سوال: ۲۱۶۳)

② عن ابن عمر رضي الله عنهما، رواه الطبرانی في الكبير بحواله مجمع الزوائد (۱۸۴/۲)

یہ روایت المعجم الکبیر للطبرانی میں نہیں ملی اور نہ اس کی پوری سند کسی کتاب سے دستیاب ہو سکی ہے۔ ایوب بن نہیک جمہور
محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح راوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”والجواب عن حديث ابن عمر بأنه
ضعيف فيه أيوب بن نهيك وهو منكر الحديث قاله أبو زرعة وأبو حاتم والأحاديث الصحيحة
لا تعارض بمثله“ حدیث ابن عمر کا جواب یہ ہے کہ یہ (بمعاظ سند) ضعیف ہے۔ اس (کی سند) میں ایوب بن

نہیک (راوی) منکر الحدیث (یعنی سخت ضعیف) ہے جیسا کہ ابوزر عہد اور ابو حاتم نے فرمایا ہے، اور صحیح احادیث کو ایسی (مردود) روایت کی بنا پر رد نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح الباری ۴/۲۰۹ تحت ح ۹۳۰)

ابوب سے اوپر اور نیچے سند نامعلوم ہے۔ ایسی بے سند روایتوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقيق: یہ روایت باطل اور مردود ہے۔

صحیح بخاری (۱۱۶۶) اور صحیح مسلم (۸۷۵) میں حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو یہ شخص دو رکعتیں پڑھے۔“ اس صحیح حدیث کے خلاف یہ بے سند، ضعیف و مردود روایتیں سرے سے مردود ہیں۔ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے (نبی ﷺ کی وفات کے بعد) جمعہ کے دن، مسجد میں خطبہ کے دوران آکر دو رکعتیں پڑھیں۔ بعض مروانی سپاہیوں نے انہیں منع کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے فرمایا:

”میں ان دو رکعتوں کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ...“

(جزء رفع الیدین: ۱۶۲ و سندہ حسن، سنن ابی داود: ۱۶۷۵ و سنن الترمذی: ۵۱۱۱ و قال: ”حسن صحیح“)

حالیہ خطبہ میں آپس میں باتیں کرنے کی ممانعت کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۹۳۴) و صحیح مسلم (۸۵۱)

ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حسن (بصری رحمہ اللہ) آتے اور امام (جمعہ کا) خطبہ دے رہا ہوتا تھا تو وہ دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۱ ح ۵۱۶۵ و سندہ صحیح) وما علينا إلا البلاغ (۴ محرم ۱۲۷ھ)

سوال: ”میرا نام بلال نیازی ہے میرا تعلق میانوالی سے ہے میں پہلی بار آپ کو خط لکھ رہا ہوں میں نے آپ کے تین رسالے (مارچ، اپریل، مئی ۲۰۰۵) پڑھے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ میں نے ایک قصہ اپنے شہر کی مسجد میں سنا تھا، عبداللہ بن مبارک اور عورت کا جو ہر بات کا جواب قرآنی آیت سے دیتی ہے اللہ کا شکر ہے آپ کی کتاب سے مجھے اس قصے کی حقیقت کا پتا چلا اب ایک بار پھر ایک قصہ سننے کو ملا میں نے کہا: چلو آپ سے معلوم کیا جائے اس بہانے آپ سے رابطہ شروع ہو جائے گا، قصہ یوں ہے کہ ایک شخص ”حضرت جریج“ نامی ایک بار نماز پڑھ رہا تھا ماں نے اسے آواز دی لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا بار بار آواز دینے پر جواب نہ آیا تو ماں نے بددعا دی کہ تو بدنامی کا منہ دیکھے کچھ عرصے بعد ایک عورت نے الزام لگایا اس کا ایک بچہ ان سے ہے آپ پریشان ہوئے اور اللہ سے توبہ کی اور بچے کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا تو کس کا بچہ ہے کچھ دنوں کے بچے نے ایک آدمی جو چرواہا تھا کی طرف اشارہ کیا یہ میرا باپ ہے۔ اب مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ قصہ سچا ہے یا جھوٹا اسلام کے بعد کا ہے یا قبل کا اور اس کے راویوں کا کیا معاملہ ہے؟

۲: اور ایک بات کہ میرے چچا کے بیٹے نے اپنی بیٹی کا نام ”مشائم“ رکھا ہے وہ کہتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی دو بیٹیاں تھیں ایک (کا) نام مشائم اور ایک (کانام) عمرائم تھا، آپ سے یہ پوچھنا ہے کیا واقعی ان کی دو بیٹیاں تھیں اور کیا یہ نام عربی کے ہیں یا عبرانی کے کیونکہ مجھے کسی نے کہا ہے کہ ان کے دو بیٹے تھے۔“ (بلال نیازی میانوالی)

جرتج راہب کا قصہ

الجواب (۱): بنی اسرائیل کے راہب جرتج اور ان کی ماں والا قصہ صحیح سند سے ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جرتج اپنی کوٹھڑی نما عبادت خانے میں عبادت کر رہے تھے کہ اُن کی والدہ تشریف لائیں۔ حمید (بن ہلال، راوی حدیث) نے کہا کہ ابو رافع (راوی حدیث) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جرتج کی والدہ کی حالت بیان کی کہ کس طرح اُس نے اپنی پلکوں پر تھیلی رکھ کر، پھر سر اٹھا کر اپنے بچے کو آواز دی تھی۔ اس نے کہا: اے جرتج! میں تیری ماں ہوں، مجھ سے بات کر۔ جرتج نماز پڑھ رہے تھے۔ جرتج نے (اپنے دل میں) کہا: اے میرے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے!؟

پس جرتج نے نماز پڑھنی جاری رکھی تو ان کی والدہ واپس لوٹ گئیں۔ پھر وہ دوسری دفعہ آئیں اور کہا: اے جرتج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر۔ جرتج نے کہا: اے میرے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز ہے!؟ پھر وہ نماز پڑھتے رہے تو ان کی ماں نے کہا: اے میرے اللہ! یہ جرتج میرا بیٹا ہے، میں اس سے بات کرتی ہوں مگر یہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ اے اللہ! اس کو اس کے مرنے سے پہلے بدکار عورتوں کا چہرہ دکھا دے۔ (راوی نے) کہا: اگر وہ جرتج کے فتنے میں مبتلا ہونے کی دعا کرتیں تو وہ فتنے میں مبتلا ہو جاتے۔ فرمایا کہ: بھیڑوں کا ایک چرواہا، جرتج کے عبادت خانے کے قریب رہتا تھا، اُس نے (ایک دن) اس گاؤں کی ایک عورت کے ساتھ زنا کر لیا جس سے اسے حمل ہو گیا۔ پھر جب اس کا بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا: یہ کس کا بچہ ہے؟ اُس عورت نے کہا: اس عبادت خانے والے (جرتج) کا بچہ ہے۔

لوگ کدالیں اور پھاوڑے لے آئے اور جرتج کو آواز دی۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جرتج نے لوگوں سے کوئی بات نہیں کی تو لوگ اس کے عبادت خانے کو گرانے لگے۔ جب جرتج نے یہ معاملہ دیکھا تو اُتر کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اس عورت سے پوچھو۔

جرتج مسکرائے پھر اس عورت کے (دو تین دن کے) چھوٹے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پوچھا: تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: بھیڑوں کا چرواہا ہے۔ جب لوگوں نے (باتیں نہ کر سکنے والے بچے سے) یہ سُن لیا تو (جرتج سے) کہا: ہم آپ کے لئے سونے چاندی کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: نہیں، جس طرح پہلے یہ مٹی کا تھا اسی طرح بنادو۔ پھر وہ اپنے عبادت خانے پر چڑھ گئے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۳۶ و صحیح مسلم: ۲۵۵۰ و ترمذی: ۲۵۰۸ و اللفظ لہ)

یہ قصہ بالکل سچا ہے اور زمانہ اسلام سے پہلے، بنی اسرائیل کے دور کا ہے، اس کے سارے راوی اعلیٰ درجے کے ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

۲: سیدنا یوسف علیہ السلام کے دو بیٹوں (۱) افراتیم اور (۲) منشا کا ذکر بغیر کسی سند کے تاریخ ابن جریر الطبری (ج ۱ ص ۳۶۲) میں موجود ہے۔

عمرانیم اور مناشم (بیٹیوں) کے نام مجھے کہیں نہیں ملے اور نہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی دو بیٹیوں کا کہیں ثبوت ملا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں دلیل نہ ہونے کی وجہ سے مکمل سکوت میں ہی فائدہ ہے۔

(۱۹ صفر ۱۴۲۷ھ)

دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا

سوال: ”ایک روایت میں آیا ہے کہ:

”حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم میں سے جب کوئی شخص سایہ میں بیٹھا ہو پھر وہ سایہ جاتا رہے (یعنی اس پر دھوپ آجائے) اور اس کے جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سائے میں ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ (وہاں سے) اٹھ کھڑا ہو (اور بالکل سایہ میں جا بیٹھے یا بالکل دھوپ میں) [ابوداؤد] اور شرح السنہ میں یہ الفاظ ہیں کہ تم میں سے جو شخص سایہ میں بیٹھا ہو پھر وہ سایہ جاتا رہا تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہو اس لئے کہ کچھ سایہ میں اور کچھ دھوپ میں بیٹھنا شیطان کا کام ہے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم ص ۴۵۷ ح ۴۵۷، ۴۵۷، ۴۵۷، ۴۵۷)

محترم! دھوپ اور سایہ میں نماز کے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔۔۔۔۔

اس کے متعلق مفصل وضاحت کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔۔۔

(کلیم عبدالرحمن ندیم، احمد و خانہ محلہ رسول پورہ سمندری فیصل آباد)

الجواب: مشکوٰۃ والی روایت سنن ابن داؤد (کتاب الادب، باب ۱۵ ح ۸۸۲) مسند الحمیدی (تحقیقی ۱۱۴۵) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۳۶، ۲۳۷) میں محمد بن المنکدر قال: حدثني من سمع أبا هريرة “کی سند سے موجود ہے۔ اس میں حدیث کا فاعل ”من سمع“ مجہول ہے۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

منذری نے کہا: ”وقایعہ مجہول“ اور اس کا (راوی) تابعی مجہول ہے۔ (الترغیب والترہیب ۵۹/۴)

تنبیہ: اس مجہول تابعی کا ذکر مسند احمد (۳۸۳/۲ ح ۸۹۷) وغیرہ سے گر گیا ہے۔

شرح السنہ للبیہقی (۳۰۱/۱۲ ح ۳۳۵) والی روایت موقوف اور منقطع ہے۔ اور اس میں محمد بن المنکدر راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اس حدیث میں مجہول واسطہ گر گیا ہے۔

شرح السنہ والی روایت مصنف عبدالرزاق میں بھی موجود ہے (ج ۱ ص ۲۳، ۲۴ ح ۱۹۷۹۹)

صاحب مصنف: عبدالرزاق الصنعانی رحمہ اللہ مدلس تھے لہذا جب تک ان کی بیان کردہ سند میں ان کے سماع کی تصریح نہ ہو اس سے استدلال جائز نہیں ہے۔ امام عبدالرزاق کی تدلیس کے لئے دیکھئے کتاب الضعفاء للعقيلي (ج ۳ ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳

عبدالرزاق نے ضعیف سند کے ساتھ محمد بن المنکدر سے نقل کیا ہے کہ وہ دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا جائز سمجھتے تھے۔
(ح ۱۹۸۰۱ عن اسماعیل بن ابراہیم بن ابان؟)
امام عبدالرزاق نے ”عن معمر عن قتادہ“ کی سند سے نقل کیا ہے کہ قتادہ (تابعی) دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ (ح ۱۹۸۰۰) اس کی سند تالیس عبدالرزاق کی وجہ سے ضعیف ہے۔
مجبور تابعی والی مرفوع روایت کے دو شاہدوں کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: قتادہ عن کثیر (بن ابی کثیر البصری) عن ابی عیاض (عمرو بن الأسود العنسی) عن رجل من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلخ (مسند احمد ۳/۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵ ح ۱۵۲۲)
اس میں قتادہ راوی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابوبکر الشافعی کی ”حدیثہ“ (قلمی ۲/۲) سے نقل کیا ہے کہ اسے شعبہ نے قتادہ سے بیان کیا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحہ: ۸۳۸)
شیخ صاحب نے شعبہ تک سند بیان نہیں کی لہذا یہ حوالہ بھی مردود ہے۔ اس کے برعکس مسدد بن مسدد نے یحییٰ (بن سعید القطان) عن شعبہ کی سند سے اس روایت کو مرسل بیان کیا ہے۔ دیکھئے اتحاد الأھرۃ (۲/۲ ص ۶۳ ح ۲۱۲۱۵)
معلوم ہوا کہ متصل سند میں تالیس کی وجہ سے گڑبڑ ہے۔ تالیس والی یہی روایت مستدرک الحاکم (۴/۲۷۱ ح ۷۱۰۷) میں ”عن ابی ہریرۃ“ کی سند سے موجود ہے۔ اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند قتادہ کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [قتادہ کی ایک مرسل روایت کے لئے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۸ ح ۲۵۹۹۹]
۲: ”أبو المنیب عن ابن بريدة عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن يقعد بين الظل والشمس بریده (بن الحصیب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ: ۳۷۲۲، ابن ابی شیبہ فی المصنف ۸/۸ ح ۲۵۹۵۳، المستدرک ۲/۲۷۱ ح ۷۱۰۷)
اس کی سند حسن ہے۔ (تسہیل الحاجۃ، قلمی ص ۲۶۱) اسے بوصیری نے حسن قرار دیا ہے۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ”مجلس الشیطان“ یا ”مقعد الشیطان“ کے الفاظ کے بغیر یہ روایت حسن ہے لہذا سنن ابی داؤد والی روایت بھی اس سے حسن بن جاتی ہے۔

عکرمہ تابعی فرماتے ہیں کہ جو شخص دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھتا ہے تو ایسا بیٹھنا شیطان کا بیٹھنا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۸ ح ۲۵۹۵۳ وسندہ صحیح) عبید بن عمیر (تابعی) نے فرمایا: دھوپ اور چھاؤں میں بیٹھنا شیطان کا بیٹھنا ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۲۵۹۵۲ وسندہ صحیح)

لہذا ایسے بیٹھنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ وما علینا إلا البلاغ

(۱۹ صفر ۱۴۲۷ھ)

کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ بذاتہ موجود ہے؟

سوال: ”سورۃ الحدید کی چوتھی آیت کی روشنی میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ کیا صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو اس کی کیا دلیل ہے۔“ (عبدالمتین، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

الجواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ﴾

”وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش (بریں) پر متمکن ہو گیا۔ وہ اسے بھی جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور (اسے بھی جانتا ہے) جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ اور جو کچھ بھی تم کیا کرتے ہو اسے وہ دیکھتا ہوتا ہے۔“ (سورۃ الحدید: ۴، الکتاب/ڈاکٹر محمد عثمان ص ۳۲۴)

اس آیت کریمہ میں ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ کی تشریح میں قدیم مفسر قرآن، امام محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ: ”وہو شاہد علیکم ایہا الناس اینما کنتم یعلمکم ویعلم اعمالکم ومتقلبکم ومثواکم وهو علی عرشہ فوق سمواتہ السبع“ اور اے لوگو! وہ (اللہ) تم پر گواہ ہے، تم جہاں بھی ہو وہ تمہیں جانتا ہے، وہ تمہارے اعمال، پھر نا اور ٹھکانا جانتا ہے اور وہ اپنے سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۲۵)

اسی مفہوم کی ایک آیت کریمہ کے بارے میں مفسر ضحاک بن مزاحم الہلالی الخراسانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ: ”ہو فوق العرش وعلمہ معہم اینما کانوا“ وہ عرش پر ہے اور اس کا علم ان (لوگوں) کے ساتھ ہے چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۸۰ و سندہ حسن)

امام مقرئ محقق محدث اثری ابو عمر احمد بن محمد بن عبد اللہ الطلمنکی الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ: ”اہل سنت مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید: ۴) وغیرہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ ”اُن ذلک علمہ وَاَن اللہ فوق السموات بذاتہ، مستقر علی عرشہ کیف شاء“ بے شک اس سے اللہ کا علم مراد ہے، اللہ اپنی ذات کے لحاظ سے آسمانوں پر، عرش پر مستوی ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔

(شرح حدیث النزول لابن تیمیہ ص ۱۴۲، ۱۴۵)

اس اجماع سے معلوم ہوا کہ بعض الناس کا اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ تراشنا کہ ”اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔“ غلط اور باطل ہے اور اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

مسئولہ آیت کریمہ میں ”يَعْلَمُ“ کا لفظ بھی صاف طور پر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں معیت سے علم و قدرت مراد ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارے استاد محترم شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کی کتاب ”توحید خالص“ (ص ۷۷) حارث بن اسد الحاسبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ: ”و كذلك لا يجوز --“ إلخ اور اسی طرح یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ --۔ اللہ زمین پر ہے۔ (فہم القرآن ومعانیہ، القسم الرابع، باب مالا يجوز فيه إلخ) حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ: ”(جمہیہ کے فرقے) ملتزمہ نے باری تعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔“ (تلمیس ابلیس ص ۳۰، راقم الحروف کی کتاب: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۹) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”اور یوں کہنا جائز نہیں کہ وہ (اللہ) ہر مکان میں ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے۔“ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۰۰) [نیز دیکھئے الحدیث: ۱۰ ص ۴۳-۴۶]

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

سوال: ”کچھ حدیثیں ارسال کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر اسماء رجال کی نظر میں (تحقیق کریں کہ) یہ روایات کیسی ہیں؟ نمبر ①: حضرت ام الفضل فرماتی ہیں ایک روز میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ میں نے پوچھا: میرے ماں باپ قربان آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ جبرائیل اس جگہ کی سُرُخ مٹی بھی میرے پاس لائے جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔ مشکوٰۃ بیہقی فی دلائل النبوت۔

نمبر ②: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے۔ حسین میری نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔ متدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۵۹، (فضل حسین۔ قلعہ دیدار سنگھ) الجواب:

① ام الفضل بن الحارث رضی اللہ عنہا سے منسوب روایت دلائل النبوة للبیہقی (۴۶۹/۶) میں بحوالہ محمد بن مصعب: حدثنا الاوزاعي عن شداد بن عبد اللہ کی سند سے مذکور ہے۔ اس کی سند محمد بن مصعب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (اضواء المصائب فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح: ۶۱۷)

محمد بن مصعب بن صدقہ القرقسانی پر جمہور محدثین نے جرح کر رکھی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: محمد بن مصعب القرقسانی کی اوزاعی سے حدیث مقارب (یعنی صحت و تحسین کے قریب) ہوتی ہے۔ (مسائل ابی داود: ۳۲۸ بحوالہ موسوعۃ اقوال الامام احمد ۳/۳۱۷، ۳۱۸، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۷۷۷ و سندہ صحیح) اس کے مقابلے میں ابوزرعد الرازی نے کہا: ”محمد بن مصعب یخطئ کثیراً عن الأوزاعي وغيره“ محمد بن مصعب اوزاعی وغیرہ سے بہت غلطیاں کرتا ہے (کتاب الضعفاء لابن زرعہ الرازی ج ۲ ص ۴۰۰)

حافظ ابن حبان نے محمد بن مصعب کی اوزاعی سے ایک روایت کو ”باطل“ کہا (کتاب الحجر ج ۲/۲۹۴) ابو احمد الحاکم نے کہا: ”روی عن الأوزاعي أحاديث منكورة“ اس نے اوزاعی سے منکر حدیثیں بیان کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۶۱، ولعلہ فی کتاب الکنی لابی احمد الحاکم) معلوم ہوا کہ قول راجح میں محمد بن مصعب کی اوزاعی سے بھی روایت ضعیف ہی ہوتی ہے، اُسے ”مقارب“ کہنا صحیح نہیں ہے۔ ① یہ روایت ”حسین منی وأنا من حسین“ أحب الله من أحب حسيناً، حسین سبط من الأسباط کے متن کے ساتھ عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن ابی راشد عن یعلی العامری کی سند سے درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد (۱۷۲/۴) وفضائل الصحابة للامام احمد (ج ۱۳۶۱) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰۲/۱۲)، المستدرک للحاکم (۳۲۱/۸۶ ج ۱۷۳/۳) وقال: هذا حديث صحيح الاسناد وقال الذهبي: صحيح صحيح ابن حبان (الاحسان: ۶۹۳۲، دوسرا نسخہ: ۶۹۷۱) المعجم الکبیر للطبرانی (ج ۳۳/۳، ۲۵۸۹، ۲۷۲۲، ۲۷۲۳) سنن ابن ماجہ (۱۴۴) سنن الترمذی (۳۷۷۷) وقال: ”هذا حديث حسن“ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اسے ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔ بصری نے کہا: ”هذا إسناد حسن، رجاله ثقات“

اس کا راوی سعید بن ابی راشد: صدوق ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: صدوق (الکاشف ۲۸۵/۱ ت ۱۹۰۰) اسے ابن حبان، ترمذی اور حاکم نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ بعض الناس کا یہ کہنا کہ ”اس کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے“ باطل ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے غلط فہمی کی بنیاد پر سعید بن ابی راشد پر جرح کرنے کے باوجود اس حدیث کو شواہد کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے اور اسے اپنی مشہور کتاب السلسلة الصحیحة میں داخل کیا ہے دیکھئے (ج ۳ ص ۲۲۹ ح ۱۲۷) خلاصۃ التحقيق: یہ روایت حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔ والحمد للہ (۲۰ صفر ۱۴۲۷ھ)

شذرات الذہب سنت (احادیث) پر عمل اور جنت ابو عاذ

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من أكل طيباً وعمل في سنة وأمن الناس بوائقه دخل الجنة“ جو شخص پاک (حلال) کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن الترمذی: ۲۵۲۰ وسندہ حسن، صحیح الحاکم ۱۰۴/۴ والذہبی) تنبیہ: ابوبشر راوی کی توثیق حاکم اور ذہبی نے کر دی ہے لہذا اُسے مجہول قرار دینا غلط ہے۔ ایسے موثق راوی کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ والحمد للہ

ابوالاحمد محمد صدیق رضا

ترک رفع یدین اور ”تفسیر“ ابن عباس

[ایک دیوبندی شخص نے محترم ابوالاحمد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ کو رفع یدین کے سلسلے میں ایک خط لکھا تھا جس کا انہوں نے مسکت جواب دیا۔ ویسے تو جس شخص نے یہ خط لکھا تھا، اس کی علمی حیثیت کچھ نہیں البتہ یہ دلائل آل تقلید کے اکابر بھی ”رفع الیدین عند الرکوع والرفع منہ“ کے خلاف پیش کرتے رہتے ہیں۔ تقریباً ہر مقام پر ہر دلیل کے جواب سے پہلے جناب محمد صدیق رضا صاحب نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ افادہ عام کے لئے ہم اس جواب کو معمولی تبدیلی کے ساتھ فاضل مجیب کی رضا مندی سے ”الحديث“ میں شائع کر رہے ہیں۔ / حافظ ندیم ظہیر]

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين، أما بعد:
(جناب.....) صاحب! آپ کی طرف سے ”رفع یدین“ کے مسئلے پر ایک عدد چھوٹی پرچی اور ایک چار ورق تحریر، بھائی انور قاسم صاحب و عبدالحق نے عنایت فرمائی اور اس کے جواب کا مطالبہ کیا کہ اس کا جواب لکھو۔
اس موضوع پر اب تک اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس پر مزید لکھنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن ابھی اس بات کو بمشکل چند دن ہی گزرے کہ خود جناب کی طرف سے انتہائی شدت کے ساتھ جواب کا مطالبہ شروع ہو گیا، اور آپ کے انداز سے تو یوں لگتا تھا کہ گویا آپ نے اپنی اس چار ورق تحریر + چھوٹی پرچی میں بہت بڑا میدان مار لیا ہے جو جناب سے پہلے کسی کے لئے ممکن نہ ہوا تھا، پھر آپ کا یہ جارحانہ انداز کہ ”جواب سے سکوت کر کے گونگا شیطان بننے کی اجازت نہیں“ (آپ کی تحریر ص ۴)

پس بدل خواستہ کچھ معروضات عرض کرنے پر آمادہ ہوا، اس سلسلے میں پہلے آپ کی چار ورق تحریر سے متعلق کچھ معروضات عرض کرنا چاہوں گا پھر ان شاء اللہ آپ کی چھوٹی سی پرچی کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف کیا جائے گا، تو آئیے آپ کی قدرے تفصیلی تحریر پر غور و فکر کرتے ہیں۔ آپ کی پہلی دلیل ایک تفسیری روایت ہے، جو آپ نے کچھ اس طرح نقل فرمائی ہے۔

”قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَلِيعُونَ﴾“ (المؤمنون: ۲)

(چند سطور بعد)..... اللہ تبارک و تعالیٰ کی آیت کا معنی امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کیا ہے:- ”مخبتون متواضعون لا يلفتون يميناً ولا شمالاً ولا يرفعون أيديهم في صلاتهم“ (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ ص ۳۵۹) خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے۔“ (آپ کی تحریر ص ۱)
..... صاحب! کم از کم عبارت کا ترجمہ تو لکھ دیتے، غالباً جناب نے یہ دلیل (دیوبندیوں کی کتاب) آٹھ مسائل (ص ۱۹) سے نقل کی ہے وہاں صرف اتنا ہی لکھا ہوا ہے جتنا جناب نے نقل کیا، ترجمہ تو وہاں بھی نہیں۔

امین ادا کاڑی دیوبندی نے بھی مجموعہ رسائل (جدید ایڈیشن ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ لاہور) میں یہ قول اس طرح نقل کیا: ”قال ابن عباس بالذین لا یرفعون ایدہم فی صلاتہم“ لیکن آپ کے نقل کردہ الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں البتہ حبیب اللہ یروی دیوبندی صاحب اپنی کتاب ”نور الصباح“ (ص ۲ طبع دوم) میں بالکل انہی الفاظ میں یہ روایت لائے ہیں۔ انہی کا ترجمہ نقل کئے دیتا ہوں، لکھا ہے ”عاجزی وانکساری کرنے والے جو دائیں اور بائیں نہیں دیکھتے اور نہ وہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں“ (نور الصباح ص ۲) مسئلہ زیر بحث میں یہ عبارت اہم ہے سو اس لئے آپ کی (اپنی تسلیم کردہ) معتبر شخصیت کا ترجمہ ضروری تھا۔

آدم برسر مطلب!... صاحب زحمت فرما کر یہ تفسیر اصل ماخذ سے ملاحظہ کیجئے تو اس کے شروع میں اس تفسیر کی سند نظر آئے گی جو کچھ اس طرح ہے کہ اس کی سند میں تین راوی پائے جاتے ہیں... محمد بن مروان السدی عن محمد بن السائب الکلی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ طویل سند میں یہ تینوں نام ایک ہی سلسلہ میں نظر آئیں گے۔

(تنویر المعباس تفسیر ابن عباس ص ۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ وہ سلسلہ ہے جسے اہل علم ”سلسلة الکذب“ (یعنی جھوٹ کا سلسلہ) کے نام سے جانتے ہیں، اس کا پہلا راوی۔ محمد بن مروان السدی الکوفی ہے، السدی الصغیر یا السدی الاصغر کے لقب سے معروف ہے۔ حافظ ذہبی اس کے احوال میں لکھتے ہیں: ”ترکوه واتهمہم بالکذب، وهو صاحب الکلی“ اسے (محدثین نے) ترک کر دیا تھا اور بعض نے اسے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا، یہ الکلی کا شاگرد تھا۔ (میزان الاعتدال ص ۳۲/۴)

۱۔ دیوبندی حلقہ کے نزدیک موجودہ دور کے ”امام اہلسنت“ سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں:

”اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے:

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جاسکتی (ضعفاء صغیر امام بخاری ص ۲۹)

اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (ضعفاء امام نسائی ص ۵۲) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام نے اس کو ترک کر دیا ہے اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل بین ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے (کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۴) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵) علامہ سبکی لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (شفاء السقام ص ۳۷) علامہ محمد طہر لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے (تذکرہ الموضوعات ص ۹۰)

جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ محض ہج ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا ”وکان یضع“ (خود جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔ (ازالۃ الریب ص ۳۱۶)

۲۔ یہی موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”صوفی صاحب نے اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے روایت تو خوب پیش کی ہے مگر ان کو سودمند نہیں کیونکہ ”سدی“ فنِ روایت میں ”پہچ“ ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں ”ہو کذاب شتام“ وہ بہت بڑا جھوٹا اور تہرائی تھا..... امام طبری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت سے احتجاج درست نہیں..... اس روایت کی مزید بحث ازالۃ الریب میں دیکھئے۔ ان بے جان اور ضعیف روایتوں سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا“ (تفريح الخواطر فی رد تنوير الخواطر ص ۷۷ تا ۷۸)

۳۔ سرفراز صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

”سدی کا نام محمد بن مروان ہے..... امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے (حیرت ہے کہ امام احمد بن حنبل جیسی نقاد حدیث شخصیت تو اس کی روایت کو ترک کرتی ہے مگر مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی جماعت اس کی روایت سے.....)“ (تنقید متین ص ۱۶۸)

۴۔ موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

”سدی کذاب اور وضاع ہے“ (اتمام البرہان ص ۴۵۵) ”صغیر کا نام محمد بن مروان“ ہے امام جریر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔ انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے؟“ (اتمام البرہان ص ۴۵۸)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

”آپ لوگ سدی کی ”ذم“ تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔“ (اتمام البرہان ص ۴۵۷)

سرفراز خان صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

”آپ نے خازن کے حوالے سے ”سدی کذاب“ کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی ”علمی رسوائی“ کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ ”داغ“ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔“ (اتمام البرہان ص ۴۵۸)

تنبیہ: موجودہ دور میں رفع یدین کے خلاف ”تفسیر ابن عباس“ نامی کتاب سے استدلال کرنے والوں نے بقول سرفراز خان صفدر صاحب سدی کی ذم تھام رکھی ہے اور ان لوگوں کی پیشانی پر رسوائی کا یہ داغ ہمیشہ چمک رہا ہے۔

[محمد بن مروان السدی کے بارے میں محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ بخاری نے کہا: سکتوا عنه یہ متروک ہے (التاریخ الکبیر ۲۳۲)

لا یکتب حدیثہ البتہ، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی (الضعفاء الصغیر: ۳۵۰)

۲۔ یحییٰ بن معین نے کہا: لبس بفقہ وہ ثقہ نہیں ہے (الجرح والتعديل ج ۸ ص ۸۶ وسندہ صحیح)

۳۔ ابو حاتم رازی نے کہا: هو ذاهب الحديث، متروك الحديث، لا یکتب حدیثہ البتہ ، وہ حدیث میں گیا گزرا ہے، متروک ہے، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی (الجرح والتعديل ۸۶/۸)

- ۴۔ نسائی نے کہا: یروی عن الکلبی، متروک الحدیث وہ کلبی سے روایت کرتا ہے، حدیث میں متروک ہے (الضعفاء والمترکون: ۵۳۸)
- ۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: وهو ضعيف غير ثقة (المعرفة والتاريخ: ۱۸۶۳)
- ۶۔ ابن حبان نے کہا: کان ممن یروی الموضوعات عن الأثبات، لا یحل کتابہ حدیثہ إلا علی جهة الاعتبار ولا الإحتجاج به بحال من الأحوال، یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا، پرکھ کے بغیر اس کی روایت لکھنا حلال نہیں ہے۔ کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے (المجررین: ۲۸۶۲)
- ۷۔ ابن نمیر نے کہا: کذاب ہے (الضعفاء الکبیر للعلقلی: ۱۳۶۲ وسندہ حسن، یاد رہے کہ الضعفاء الکبیر میں غلطی سے ابن نمیر کے بجائے ابن نصیر چھپ گیا ہے)
- ۸۔ حافظ بیہقی نے کہا: وهو متروک (مجمع الزوائد: ۹۹/۸) أجمعوا علی ضعفه اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے (مجمع الزوائد: ۲۱۴)
- ۹۔ حافظ ذہبی نے کہا: کوفي متروک متهم (دیوان الضعفاء: ۳۹۶۹)
- ۱۰۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”متهم بالكذب“ (تقریب التہذیب: ۶۲۸۳) [

دوسرا راوی محمد بن السائب الکلبی ہے۔

اس کے متعلق سرفراز خان صاحب نے لکھا ہے کہ:

”کلبی کا حال بھی سن لیجئے..... کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک ان میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے۔ ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشی، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ اور ابن مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزء نے فرمایا: میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریع سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ ”أشهد أنه كافر“ میں نے اس کے کفر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ:

”يقول كان جبرائيل يوحى إلى النبي ﷺ فقام النبي لحاجته وجلس علي فأوحى إلي علي“

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی طرف وحی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی طرف سے وحی اور منہج وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے..... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس جھوٹے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے

کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ گئے ہوں گے ممکن ہے یہ خلافت بلا فصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہوگی۔ آخر کبھی کا بیان بلا وجہ تو نہیں ہو سکتا، اور کبھی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو اور عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں، آخر کبھی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ:

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں بہ پیش محمد شد مقصود علی بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کبھی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (صفر)

بلکہ کبھی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابوصالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو ”فہو کذب“ (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام سب اس پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جاسکتی۔ علی بن الجنید، حاکم ابواحمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی روایت جھوٹ پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے، حافظ ابو عبد اللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابوصالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه في الأحكام والفروع“

تمام اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کبھی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲) اور علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کبھی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے اور فیذا انضمم إلیہ محمد بن مروان السدي الصغير فہی سلسلۃ الکذب۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۸۳ و اتقان ج ۲ ص ۱۸۹) اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔ “ (ازالۃ الريب ص ۳۱۶، ۳۱۷) نیز دیکھئے تنقید متین ص ۱۶۷، ۱۶۹۔

[محمد بن السائب، ابوالضرر الکلبی کے بارے میں محدثین کرام کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ سلیمان النبی نے کہا: ”کان بالکوفة کذابان أحدهما الکلبی“ کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے (الجرح والتعديل ص ۷۰/۷۱ وسندہ صحیح)

۲۔ قرہ بن خالد نے کہا: ”کانوا یرون ان الکلبی یرزف یعنی یکذب“ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا

- ہے۔ (الجرح والتعديل ۲۷۰/۷ وسندہ صحیح)
- ۳۔ سفیان ثوری نے کہا: ہمیں کلبی نے بتایا کہ تجھے جو بھی میری سند سے عن ابی صالح عن ابن عباس بیان کیا جائے تو وہ جھوٹ ہے اسے روایت نہ کرنا (الجرح والتعديل ۲۷۱/۷ وسندہ صحیح)
- ۴۔ یزید بن زریع نے کہا: کلبی سبائی تھا (اکامل لابن عدي ۲۱۲۸/۵ وسندہ صحیح)
- ۵۔ محمد مہران نے کہا: کلبی کی تفسیر باطل ہے (الجرح والتعديل ۲۷۱/۷ وسندہ صحیح)
- ۶۔ جوزجانی نے کہا: کذاب ساقط (احوال الرجال: ۳۷)
- ۷۔ یحییٰ بن معین نے کہا: لبس بشیء، کلبی کچھ چیز نہیں ہے (تاریخ ابن معین، رولایہ الدوری: ۱۳۴۴)
- ۸۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: ”الناس مجتمعون علی ترک حدیثہ، لا یشتغل بہ، ہو ذاہب الحدیث“ اس کی حدیث کے متروک ہونے پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کے ساتھ وقت ضائع نہ کیا جائے وہ حدیث میں گیا گزرا ہے (الجرح والتعديل ۲۷۱/۷)
- ۹۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”المفسر متهم بالكذب ورمي بالرفض“ (تقریب التہذیب: ۵۹۰۱)
- ۱۰۔ حافظ ذہبی نے کہا: ”تروکہ“ یعنی (محدثین نے) اسے ترک کر دیا ہے (المغنی فی الضعفاء: ۵۵۴۵) [

تیسرا راوی بازام البوصالح ہے۔

- ۱۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ (الجرح والتعديل ۴۳۲/۲)
- ۲۔ نسائی نے کہا: ضعیف کوفی (الضعفاء والمترکین: ۷۲)
- ۳۔ بخاری نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا (رقم: تحفۃ الاقویاء ص ۲۱)
- ۴۔ حافظ ذہبی نے کہا: ”ضعیف الحدیث“ (دیوان الضعفاء: ۵۴۴)
- ۵۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”ضعیف یروسل“ (تقریب التہذیب: ۶۳۴)
- بعض علما نے بازام مذکور کی توثیق بھی کر رکھی ہے مگر جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں یہ توثیق مردود ہے۔ [
- (..... صاحب)! آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ، متروک، ساقط، متهم بالكذب، کذاب، یکذب اور یضع یہ ساری شدید جرحیں ہیں، جن راویوں پر ان الفاظ میں جرح کی گئی ہو ان کی روایت قابل قبول ہوتی ہے نہ حجت، بالخصوص جب اُن کی کسی نے توثیق بھی نہ کی ہو۔ آپ کی پیش کردہ تفسیری روایت کے یہ تینوں راوی ایسی ہی جرح کے حامل مجروح راوی ہیں، ان جھوٹوں کی روایات کو، سچے لوگ ماننا تو درکنار پیش کرنا بھی روا نہیں جانتے، لیکن آپ نے اسے پیش کر دیا، اب آپ پر لازم ہے کہ پہلے ان کی ثقاہت ثابت کریں اگر ایسا نہ کر سکیں اور ان شاء اللہ ہرگز نہ کر سکیں گے تو اس روایت کے پیش کرنے سے علانیہ رجوع کریں۔ آپ کی پیش کردہ اس روایت کی سند سے متعلق حافظ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں: ”وَأُوْهِی طَرِيقَهُ طَرِيقُ الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فَإِنْ انْضَمَّ إِلَى ذَلِكَ

روایۃ محمد بن مروان السدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب تمام طرق میں سب سے کمزور ترین طریق ”الکلبی عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه“ ہے اور اگر اس روایت کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے تو پھر یہ سند ”سلسلۃ الکذب“ کہلاتی ہے۔ (الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۴۱۶) واضح رہے کہ یہ سند سلسلۃ الکذب ابوصالح تک ہے ”الصحابۃ کلہم عدول رضي الله عنہم“ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں یہ قاعدہ کلیہ ہے، البتہ ان سے روایت کرنے والے بعد کے راویوں کا عادل وثقہ..... ہونا ضروری ہے یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

دوسری بات: اگر یہ روایت سنداً صحیح ہوتی بھی تو آپ کے لئے مفید نہ ہوتی، اس کا ترجمہ ہم نے آپ کے معتبر ”مناظر اسلام“ حبیب اللہ ڈیروی صاحب سے شروع میں نقل کیا ہے، اور آپ نے آٹھ مسائل (ص ۱۹) سے نقل کرتے ہوئے لکھا ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع الیدین بھی نماز میں نہ کرے“ (ص ۱) اس میں کسی خاص موقع کے رفع الیدین کی صراحت نہیں، بلکہ یہ عام الفاظ ہیں جس کی زد میں بعض مقام پر خود احناف بھی آتے ہیں، کیا آپ نماز کے شروع میں رفع الیدین نہیں کرتے؟ کیا آپ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے رفع الیدین نہیں کرتے؟ کیا آپ ہر سال عیدین کی نمازوں میں تکبیرات زائدہ کے ساتھ رفع الیدین نہیں کرتے؟؟؟

اگر آپ کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہیں، تو خود آپ اس روایت کے مخالف ہیں۔ آپ ان تین مقامات کے رفع الیدین کو کس طرح بچائیں گے؟ اور اس قول کے عین برخلاف اپنی پڑھی جانے والی نمازوں کو کس طرح خشوع و خضوع والی نماز ثابت کریں گے؟ جبکہ خشوع کے لئے آپ کے نزدیک نماز کا رفع الیدین سے پاک ہونا ضروری ہے یا آپ کے نزدیک ان تینوں مقامات کے وقت رفع الیدین نماز کا حصہ نہیں؟ آپ کے نزدیک جو بھی اصل صورت حال ہے اُس کی وضاحت کریں، کیونکہ اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین سے منع کی صراحت نہیں، کماؤں۔ جب اس کی صراحت نہیں تو یہ عام ہوئے، اور جب رکوع سے قبل و بعد کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے عام ہوئے، تو یہ الفاظ آپ کے بھی خلاف ہوئے، اس روایت کے مطابق آپ کی نمازیں بھی خشوع و خضوع کے خلاف ہوئیں فانظر ماذا ترى؟

تیسری بات: آپ نے ہمیں تو صریح الفاظ میں بیان کا حکم دیا جیسا کہ آپ نے لکھا: ”ان سوالوں کا جواب قرآن کریم کی ”صریح“ آیت یا صحیح ”صریح“ غیر متعارض حدیث سے دینا لازم ہے (ص ۴) ”صریح“ کے معنی تو جناب کو معلوم ہوں گے نا؟ واضح، کھلا ہوا، تو جناب نے شرط رکھی کہ آیت ہو تو ”صریح“ حدیث ہو تو ”صریح“۔!

پھر بزع خود رکوع سے قبل و بعد..... کے رفع الیدین کے خلاف جو پہلی دلیل نقل فرمائی وہ ”غیر صریح“ ہے جس میں سرے سے اس کا ذکر ہی نہیں بلکہ ”لا یرفعون ایدیہم فی الصلاۃ“ کے عام الفاظ ہیں کہ ”نمازوں میں ہاتھ نہیں اٹھاتے“ کیا اس میں صراحت ہے؟ اگر اصول محض بنانے اور مخالفین کا منہ بند کرانے کے لئے نہیں ہوتے تو

ان عام الفاظ پر خود کیوں عمل نہیں کرتے؟ کیا آپ جس وقت نماز کی ابتدا میں کانوں کی لوٹک رفع الیدین کرتے ہیں اس وقت آپ کے خیال سے آپ نماز میں نہیں ہوتے؟ اگر نماز میں ہی ہوتے ہیں تو کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟ آپ کی پیش کردہ جھوٹی روایت میں تو یہ ہے ”لا یرفعون ایدیہم فی الصلاة“ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے۔ پھر آپ شروع نماز میں نیز وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟ الغرض یہ الفاظ عام ہیں آپ کسی طرح بھی اس میں رفع الیدین قبل الركوع وبعده کی صراحت ہرگز ثابت نہیں کر سکتے، جب آپ اپنے ہر ہر عمل کو صریح آیت اور صریح حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے تو اپنے مخالفین سے کس منہ سے ”صریح“ کا مطالبہ کرتے ہیں؟ جب تک آپ ان الفاظ میں رکوع سے قبل وبعده کی صراحت ثابت نہیں کرتے اپنے اصول کے مطابق آپ یہ دلیل پیش نہیں کر سکتے کہ اس میں صراحت مفقود ہے۔

چوتھی بات: آپ نے سورۃ المؤمنون کی جو آیت کریمہ نقل فرمائی۔ یہ کی سورت ہے جناب محمود الحسن صاحب (دوبندی) نے ترجمہ قرآن میں لکھا ہے ”سورۃ مؤمنون مکہ میں اتری اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کا حکم مکہ ہی میں نازل ہو چکا تھا، اب ذرا اس کی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیے کہ ”رفع الیدین“ پر رسول اللہ ﷺ کا عمل خود آپ کی معتبر شخصیت کی تحریر کی روشنی میں کب تک رہا، اس سے پہلے صحیح بخاری کی ایک حدیث ملاحظہ کیجئے: ”عن أبي قلابه أنه رأى مالک بن الحويرث إذا صلى كبر ورفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم صنع هكذا“ ابو قلابہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا مالک بن الحويرث رضی اللہ عنہ کو جب وہ نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع الیدین کرتے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور انہوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا۔ (صحیح البخاری، ج ۱ ص ۱۰۲ باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع، قدیمی کتب خانہ) [یہ حدیث صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ ج ۳ ص ۳۹۱ میں بھی ”کان يفعل هكذا“ آپ اسی طرح کرتے تھے، کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے]

اب ذرا اپنی معتبر شخصیت جناب سرفراز خان صفدر صاحب کی سنیں، وہ کیا فرماتے ہیں: ”حافظ ابن حجر فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۰ میں لکھتے ہیں: مالک بن الحويرث قدم المدينة حين التجهيز للتبوك فأقامه عنده عشرين ليلة، انتبى اور غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا تھا، اُس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک تقریباً باسٹھ (۶۲) سال تھی۔“ (خزائن السنن حصہ دوم ج ۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اس حوالے سے واضح ہوتا ہے کہ (سرفراز خان صفدر کے نزدیک بھی) سیدنا مالک بن الحويرث رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے تقریباً آخری زمانہ میں آپ ﷺ کو دیکھا اور بیس (۲۰) راتیں آپ ﷺ کے ہاں مدینہ میں قیام فرمایا اس دوران میں انہوں نے آپ ﷺ کو اختتام نماز میں اور رکوع سے قبل وبعده رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا، مطلب بالکل واضح ہے کہ ان کی اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ تقریباً (۶۲) سال کی عمر مبارک تک رفع الیدین پر عمل پیرا

رہے، آپ ﷺ (۴۰) سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبوت ملنے کے بعد بائیس (۲۲) سال تک آپ ﷺ نماز میں رفع الیدین کرتے رہے، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی۔ خود آپ کے مسلمہ اصول کے مطابق۔ اب آئیے اپنی پیش کردہ تفسیری روایت کی طرف، یہ تفسیر جس آیت کے تحت بیان کی گئی ہے وہ کی سورت کی آیت ہے جس میں خشوع و خضوع کا حکم ہے، اور اس تفسیر کے مطابق نماز میں رفع الیدین کرنا خشوع و خضوع کے منافی ہے، اور رفع الیدین نہ کرنا خشوع و خضوع کے مطابق ہے، آپ کی پیش کردہ اس تفسیر کی روشنی میں تو (خاکم بدہن) رسول اللہ ﷺ اپنی بائیس (۲۲) سال کی عمر مبارک تک بغیر خشوع و خضوع والی نماز پڑھتے رہے۔ (نعوذ باللہ من ہذا الکفر)

اور اگر ہم اس سورت کے زمانہ نزول کو کی زندگی کے آخری حصہ کو بھی مان لیں تب بھی یہ ثابت ہوگا کہ خشوع کے حکم والی ان آیات کے نازل ہو جانے کے نو (۹) سال بعد تک (معاذ اللہ) رسول اکرم ﷺ اس آیت کریمہ کا مفہوم نہ سمجھ پائے اور اس کے برخلاف نماز میں رفع الیدین کرتے رہے (معاذ اللہ) جو اس تفسیر کی روشنی میں خشوع کے خلاف ہے۔

(معاذ اللہ) جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع الیدین بھی نماز میں نہ کرے۔“ (ص ۱) محترم..... صاحب! اللہ تعالیٰ آپ کا ”اقبال“ بلند فرمائے، اگر آپ تعصب، جانبداری، ضد اور ہٹ دھرمی سے دور رہ کر قلب سلیم کے ساتھ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو اپنے علماء کی پیش کردہ نام نہاد تفسیر جو کہ ابوصالح جیسے سخت ضعیف اور السدی الصغیر جیسے کذاب و متروک راوی اور ”الکلمی“ جیسے رافضی و سبائی، کذاب اور دین اسلام کے خطرناک دشمن نے بیان کی ہے۔ آپ ان کی اس چال اور اس روایت کی قباح و شاعت سے ہرگز انکار نہ کر پائیں گے، ان کذاب لوگوں کی بیان کردہ اس نام نہاد تفسیر کی اس سے بڑھ کر قباح و شاعت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس سے اتنی الناس و اشع الناس، امام المستقین و امام الملتزمین محمد رسول اللہ ﷺ کی نماز (نعوذ باللہ) خشوع و خضوع سے خالی ثابت ہوئی ہے۔ (نعوذ باللہ) کیا کوئی ادنیٰ ایمان والا شخص بھی کبھی اس کا تصور کر سکتا ہے؟

واللہ! آپ ﷺ کی نماز سے زیادہ کسی انسان کی نماز خشوع و خضوع والی نہیں ہو سکتی، اسی لئے تو حکم الہی سے آپ نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا کہ ”صلوا کما رأیتمونی أصلي“ نماز اسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔“ (بخاری: ۶۳۱) اور یہ تو ہمارے اور آپ کے ہاں مسلم ہے کہ نبی کریم ﷺ بغیر وحی کے کسی بات کا حکم نہیں دیتے تھے۔ [فافہم

واضح رہے کہ یہ تمام تر قباحتیں اس صورت میں لازم آتی ہیں جب آپ یہ کہیں جیسا کہ آپ نے (کتاب) آٹھ مسائل (ص ۱۹) سے لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہوئے لکھا بھی ہے کہ:

”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع الیدین بھی نماز میں نہ کریں۔“ (آپ کی تحریر ص ۱)

ہاں اگر آپ اپنی اس نقل فرمودہ بات سے ”رجوع“ کر لیں تو یہ قباحت لازم نہیں آتی، امید ہے کہ آپ غور فرمائیں گے۔ بصورت دیگر ان تمام باتوں کی اصل حقیقت پیش فرمائیں۔ چلتے چلتے یہ بھی سن لیں کہ رفع الیدین عاجزی و انکساری، خشوع و خضوع اور سکون کے منافی ہرگز ہرگز نہیں بلکہ عین عاجزی و انکساری کا اظہار ہے، اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو

اپنے اکابر علماء میں سے علامہ عبدالحی حنفی لکھنوی کی منقول عبارت ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

”رفع الیدین عند الإفتتاح و غیرہ ، خضوع ، و استکانة ، و ابتہال و تعظیم لله تعالیٰ ، و اتباع سنة نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم“

رفع الیدین کرنا افتتاح (صلوٰۃ) کے وقت اور اس کے علاوہ خضوع ہے، عاجزی و انکساری ہے، گڑگڑانا ہے (اللہ کے سامنے) اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی اتباع ہے۔

(التعلیق المجد علی موطا محمد، ج ۱ ص ۳۷۵، حاشیہ ۳، قدیری کتب خانہ)

محترم..... صاحب! غور کیجئے گا، یہ رفع الیدین رب کے حضور عاجزی و انکساری، خشوع و خضوع کا اظہار صرف عند الافتتاح ہی نہیں بلکہ ”وغیرہ“ اس کے علاوہ دیگر مقام پر بھی ہے جیسے متواتر احادیث کی روشنی میں رکوع سے قبل اور رکوع سے اٹھنے کے بعد، اب یہ تو عجیب بات ہوئی کہ آپ کے ”علامہ“ و کثیر التصانیف معتبر شخصیت ”رفع الیدین“ کا شروع نماز کے علاوہ دیگر مقام پر بھی عاجزی و انکساری ہونا نقل فرما کر تسلیم کریں اور آپ اسے خشوع و خضوع کے منافی قرار دیں، اور پھر خود وتر میں روزانہ اور عیدین میں بار بار شروع نماز کے علاوہ بھی اس عمل کو دہرائیں، لیکن تناقض و تضاد کی عمدہ مثال بن کر اسی عمل کو خشوع و خضوع کے خلاف کہنے کی رٹ بھی لگائے رکھیں، خود بگوائیں کا رِنا دان نیست؟ پھر آپ تو ماشاء اللہ ایک ”مذہبی مدرسہ“ کے طالب علم ہیں۔!

سوال ①: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ”رفع الیدین“ شروع نماز میں اور درمیان وتر میں اور عیدین کی نمازوں کے درمیان خشوع و خضوع کے خلاف کیوں نہیں اور رکوع سے قبل رکوع سے اٹھنے کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں خشوع و خضوع کے خلاف کیوں ہے؟

سوال ②: کیا اپنے اس ”خاص دعویٰ“ کی دلیل خاص قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کر سکتے ہیں؟ یا جواب ندارد والا معاملہ ہے؟

سوال ③: بقول آپ کے نماز میں شروع کے علاوہ ”حدیث“ میں..... نماز کے اندر رفع یدین سے روکنا ہے۔ (دیکھئے اپنی تحریر ص ۲ سطر نمبر ۱۲، ۱۳) بس یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں بقدر ضرورت ہم نے نقل کر دیئے۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ وتر میں جو آپ ”رفع الیدین“ کرتے ہیں وہ نماز کے اندر نہیں ہے؟

سوال ④: کیا آپ رسول اللہ ﷺ سے نماز وتر میں اس رفع الیدین کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟ امید ہے کہ میرے یہ سوالات آپ کے جوابات کے ”مستحق“ ٹھہریں گے، اللہ کرے ایسا ہی ہو! آمین۔ چونکہ اگر ایسا نہ ہو تو آپ اپنے ہی قول کے مطابق ”گو نگے شیطان“ ثابت ہوں گے۔

پانچویں بات: آپ نے لکھا ہے ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع الیدین بھی نماز میں نہ کرے۔“ (ص ۱) تو یقیناً خشوع بھی ضروری ہے خاص طور پر جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝﴾ یقیناً فلاح پائی مومنوں نے، جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔ (سورۃ المؤمنون: ۲۳۱)

معلوم ہوا کہ فلاح و کامیابی و کامرانی کے لئے خشوع لازمی ٹھہرا بلکہ فلاح کے حصول کی پہلی کڑی ہے۔

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۖ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝﴾ اور مدد طلب کرو صبر اور نماز (کے ذریعے) بے شک وہ بہت بھاری ہے مگر خشوع کرنے والوں پر (نہیں)۔ (البقرہ: ۴۵)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خشوع اختیار کرنے والوں کے علاوہ لوگوں پر نماز بھاری ہے، نماز کو بھیشتگی کے ساتھ برضا و رغبت ادا کرنے کے لئے خشوع کا اختیار کرنا ضروری ہے، اس سے آپ خشوع کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کس قدر ضروری ہے کہ اس کے بغیر اقامتِ صلوٰۃ جو بعد از ایمان اولین فریضہ ہے اس کی ادائیگی بھاری ہے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خمس صلوات افترضهن الله عز وجل، من أحسن وضوئهن وصلاهن لوقتھن وأتم ركوعھن وخشوعھن كان له على الله عهد أن يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد إن شاء غفر له وإن شاء عذبه . اللہ عز وجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان کے (ادائیگی کے) لئے اچھا وضو کیا، اور ان کے اوقات پر ان نمازوں کو پڑھا، ان کے رکوع (و سجود) و خشوع کو پورا کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے بخش دے گا، اور جس نے ایسا نہیں کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے۔ (موطا امام مالک باب الامر بالوتر ۱۲۳/۱ ح ۲۶۷، سنن النسائی باب المحافظة علی الصلوات الخمس ح ۴۶۲، سنن ابی داؤد باب فی المحافظة علی وقت الصلاة ح ۱۴۲۰، واللفظ لہ و هو حدیث صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بخشش و مغفرت کا وعدہ جن سعادت مند لوگوں کے ساتھ خود رب کریم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کے دیگر لوازمات کے ساتھ ساتھ اس کے خشوع کا بھی خیال رکھیں اور اسے مکمل کریں اگرچہ خشوع کے موضوع پر بکثرت آیات و احادیث مبارکہ وارد ہیں لیکن فی الوقت اختصار مطلوب ہے، پس خشوع کی اہمیت کے ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے، یہاں انہیں بیان کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ”خشوع“ ایک مطلوب و محمود چیز ہے، سو بقول آپ کے ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے“ (آپ کی تحریر ص ۱) قصہ مختصر کہ نماز کے لئے خشوع ضروری ہے اور خشوع کے لئے بقول آپ کے ”رفع الیدین“ نہ کرنا ضروری ہے۔ اس بات کو یاد رکھئے گا، اب اپنے اکابر و انتہائی معتبر علماء کی سنیں وہ کیا فرماتے ہیں۔

۱: جناب مفتی تقی عثمانی (دیوبندی) صاحب جنہیں آپ کے حلقہ میں ”شیخ الاسلام“ کہا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں: ”البتہ رفع یدین عند الركوع وعند الرفع منہ میں اختلاف ہے، شافعیہ اور حنابلہ ان دونوں مواقع پر بھی رفع کے قائل ہیں، محدثین کی ایک بڑی جماعت بھی ان کے مسلک کی حامی ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مسلک ترک رفع کا ہے..... یہاں یہ واضح رہے کہ ائمہ اربعہ کے درمیان یہ اختلاف محض افضلیت اور عدم افضلیت کا

ہے نہ کہ جواز عدم جواز کا، چنانچہ دونوں طریقے فریقین کے نزدیک بلا کراہت جائز ہیں.....“
مزید لکھتے ہیں: ”بعض شافعیہ نے بھی ترک رفع پر فساد کا حکم دے دیا، اور حنفیہ میں سے صاحب منیۃ المصلیٰ نے
رفع یدین کو مکروہ لکھ دیا، لیکن حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی، کہ نہ شافعیہ کے مذہب میں ترک رفع مفسدِ صلوٰۃ ہے
نہ حنفیہ کے ہاں رفع مکروہ ہے“ (درس ترمذی، باب رفع الیدین عند الركوع، ج ۲ ص ۲۶)

مسئلہ زیر بحث میں آپ کے ”شیخ الاسلام“ مفتی تقی عثمانی صاحب نے جو کچھ بیان فرمایا اس میں سے بقدر
ضرورت ہم نے یہاں نقل کیا ہے، آپ اسے بغور پڑھیں، اس میں بغیر کسی ایچ پیج کے اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ
احناف کے ہاں رکوع سے قبل اور بعد رفع الیدین پر عمل بلا کراہت جائز ہے۔ اور یہ عمل مکروہ بھی نہیں، بلکہ تقی عثمانی
صاحب تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

”رفع یدین کے مسئلہ پر ہماری آئندہ گفتگو کا منشاء یہ ثابت کرنا نہیں کہ رفع یدین ناجائز ہے یا احادیث سے
ثابت نہیں“ (درس ترمذی، باب رفع الیدین عند الركوع ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی)
محترم بھائی..... صاحب! آپ کے نزدیک تو رفع الیدین خشوع و سکون کے منافی ہے جیسا کہ آپ نے آٹھ
مسائل (ص ۱۹) سے نقل فرمایا کہ ”خشوع کے لئے ضروری ہے کہ رفع یدین بھی نماز میں نہ کرے“ آپ خشوع کے
لئے جس عمل سے بچنا اس کا نہ کرنا ”ضروری“ سمجھتے ہیں جی ہاں ضروری! آپ کے ”عظیم مفتی“ اور ”شیخ الاسلام“ اس
چیز پر عمل کرنا ”ناجائز“ و ”مکروہ“ تو گنجا بلا کراہت جائز سمجھتے ہیں، اور اسے حقیقت میں ”حنفیہ کا مذہب“ بتلاتے ہیں۔
جیسا کہ خط کشیدہ و جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔

قرآن و سنت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ”خشوع و خضوع“ بالخصوص نماز میں انتہائی مطلوب اور اہم عمل ہے، تو کیا
ایسا عمل جو خشوع جیسے عظیم عمل کے خلاف ہو اس میں خلل ڈالتا ہو وہ بلا کراہت جائز ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں، بالکل نہیں
اور ہرگز ہرگز نہیں! ایسے عمل کو تو ناجائز و مکروہ ہونا چاہیے اس میں تو کراہت ہونی چاہیے اور خاص طور پر ایسا عمل خشوع
حاصل کرنے کے لئے جس کا نہ کرنا ضروری ہو۔ لیکن آپ کے ”شیخ الاسلام“ صاحب تو رفع یدین کو ناجائز و مکروہ نہیں
کہتے اور احناف کے نزدیک اس پر عمل بلا کراہت جائز بتلاتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ نماز میں رفع الیدین خشوع کے خلاف نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے اور یہ عین
خشوع اور رب کے حضور عاجزی و انکساری کا اظہار ہے جیسا کہ آپ کے معتبر عالم علامہ عبدالحی لکھنوی سے ہم نقل
کرائے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خشوع کے خلاف قرار دینے والے اور اسی لئے رفع یدین نہ کرنا ضروری قرار دینے
والے خود اپنے ”حنفی مذہب“ کے علم سے نابلد و کورے ہیں کہ ان کے ”شیخ الاسلام و عظیم مفتی“ بلا کراہت جائز قرار
دیتے ہیں اور یہ نہ کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔

..... صاحب! کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ آپ کے ”شیخ الاسلام“ و ”عظیم مفتی محترم“ تقی عثمانی صاحب
اصل حنفی مذہب بیان فرما رہے ہیں یا آپ لوگ حنفی مذہب کی غلط ترجمانی کر رہے ہیں؟

یاد رہے کہ ”جواب دینا لازم ہے“ اور جواب سے سکوت کر کے ”گوٹکا شیطان بننا“ خود جناب کا فرمودہ و بیان کردہ اصول ہے۔ (دیکھئے اپنی تحریر ص ۴ کا آخری پیرا گراف) سو اس اصول کی روشنی میں ناچیز کا خیال ہے کہ آپ اپنا ناپسندیدہ ”گوٹکے شیطان“ کا کردار بننا گوارا نہیں فرمائیں گے، واللہ الموفق وھو اعلم بالصواب۔
[صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ”رکوع جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا زیادہ بہتر اور اگر کر لے تو جائز ہے“ / نماز مسنون ص ۳۴۹ مطبوعہ ۱۹۸۶ء]

سوال ①: آپ نے تو رفع الیدین رکوع سے پہلے اور اس کے بعد کو منسوخ قرار دیا ہے، کیا کسی منسوخ حکم پر عمل کرنا بلا کراہت جائز ہو سکتا ہے؟ جبکہ وہ عمل خشوع کے بھی سخت خلاف ہو؟

سوال ②: بلا کراہت تو ایک طرف کیا منسوخ پر بکراہت بھی عمل جائز ہو سکتا ہے؟

سوال ③: رفع الیدین عند الركوع و بعد الرفع منہ بقول آپ کے منسوخ ہے، اور بقول آپ کے ”شیخ الاسلام و عظیم مفتی“ اس پر بلا کراہت عمل جائز ہے تو کیا ہر منسوخ شے پر بلا کراہت عمل جائز ہے یا صرف رفع الیدین ہی پر باوجود منسوخ ہونے کے عمل جائز ہے؟

اسی طرح سرفراز خان صفدر صاحب فرماتے ہیں: ”شاہ ولی اللہ صاحب جتہ اللہ الباقی (ج ۲ ص ۱۰) میں لکھتے ہیں۔
”والذي يرفع أحب إلى ممن لا يرفع فإن أحاديث الرفع أكثر وأثبت“ یعنی جو رفع الیدین کرتا ہے مجھے زیادہ محبوب ہے نسبت اس کے جو رفع الیدین نہیں کرتا پس بے شک رفع الیدین کی احادیث بہت کثرت سے اور زیادہ ثابت شدہ ہیں۔“ (نقل بقدر ضرورت۔ من خزائن السنن ج ۱ حصہ دوم ص ۹۲) کہیں یہ مت سمجھ لیجئے گا کہ یہ تکبیر تحریمہ کے رفع الیدین سے متعلق فرمایا گیا ہے، اس لئے کہ یہ بات شاہ ولی اللہ صاحب نے رکوع کے رفع الیدین سے متعلق بحث میں لکھی ہے۔ (دیکھئے۔ جتہ اللہ الباقی ج ۲ ص ۲۴ تا ۲۵۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

آپ کے قول و اصول کے مطابق کیا شاہ صاحب کو خلاف خشوع عمل کرنے والے زیادہ محبوب تھے؟
[شاہ ولی اللہ وغیرہ کے یہ اقوال بطور الزام پیش کئے گئے ہیں۔ ان علماء کا ترک رفع یدین کو جائز سمجھنا احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے]

[البخاری (عمران بن ابی عطاء الاسدی، تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”رأيت ابن عباس يرفع يديه إذا افتتح الصلوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع“ میں نے (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا کہ وہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن)
یہ روایت مسائل الامام احمد (روایت عبداللہ بن احمد ج ۲ ص ۳۳۱ ح ۳۳۱) مصنف عبدالرزاق (۲۵۲۳ ح ۶۹۲) اور جزاء رفع الیدین للبخاری (ج ۲) میں بھی موجود ہے۔ طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ (بن عباس) کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (جزاء رفع الیدین: ۲۸ وسندہ صحیح) سیدنا ابن عباس کا نماز میں رفع یدین کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں رفع یدین خشوع و خضوع کے خلاف نہیں ہے۔]

حافظ شیر محمد

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے محبت

سیدنا ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی العدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:
”والله لقد رأيتني وإنَّ عمر لموثقي على الإسلام قبل أن يسلم عمر ، ولو أنَّ أحدًا أرفض للذي
صنعتم بعثنا لكان محقوفاً أن يرفض“
اللہ کی قسم! مجھے وہ وقت یاد ہے جب عمر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام قبول کرنے سے پہلے، مجھے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے
باندھ رکھا تھا۔ تم لوگوں نے (سیدنا) عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اگر اس کی وجہ سے اُحد (کا پہاڑ) اپنی جگہ
سے ہٹ جاتا تو یہ اس کے مستحق تھا کہ ہٹ جائے۔ (صحیح البخاری: ۳۸۶۲)
معلوم ہوا کہ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ السابقین الاولین میں سے اور قدیم الاسلام ہیں۔
نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا:
”وسعيد بن زيد في الجنة“ اور سعید بن زید جنتی ہیں۔ (سنن الترمذی: ۳۷۷۷ و سندہ صحیح، الحدیث: ۱۹ ص ۵۶)
حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

”أحد العشرة المشهود لهم بالجنة ، ومن السابقين الأولين البدرين ، ومن الذين رضي الله عنهم
ورضوا عنه ، شهد المشاهد مع رسول الله عليه وسلم وشهد حصار دمشق وفتحها ، فوله عليها
أبو عبيدة بن الجراح ، فهو أول من عمل نيا بة دمشق من هذه الأمة “
آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، انہیں جنت کی خوش خبری دی گئی ہے، آپ سابقین اولین اور بدری صحابیوں میں سے تھے
جن سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ آپ (تمام) غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔
آپ دمشق کے محاصرے اور فتح کے وقت (وہاں) موجود تھے۔ آپ کو (سیدنا) ابوعبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) نے دمشق کا
والی بنایا اور اس امت میں دمشق کے سب سے پہلے نائب آپ ہی تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۲۳، ۱۲۵)
تنبیہ: سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ غزوہ بدر کے موقع پر مدینہ میں حاضر نہیں تھے بلکہ شام میں تھے۔ دیکھئے الاصابہ
فی تمییز الصحابة (ج ۲ ص ۴۶ ج ۳ ص ۳۲۶)

غزوہ بدر کے مال غنیمت میں آپ کا حصہ مقرر کیا گیا تھا (جس کی وجہ سے آپ کو بدری کہا جاتا ہے)۔
دیکھئے معرفۃ الصحابة لابی نعیم الاصبہانی (ج ۱ ص ۱۴۱) سند صحیح عن محمد بن اسحاق بن یسار، ص ۴۲ سند صحیح عن معمر

عالمِ اسی وجہ سے امام نافع (مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ) کی روایت میں آیا ہے کہ: ”وکان بدریاً“ اور وہ (سعید بن زید) بدری تھے۔ (معرفۃ الصحابہ ص ۱۴۳ وسندہ صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ بنت الخطاب (رضی اللہ عنہا) آپ کی زوجہ محترمہ تھیں جن کے بارے میں ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن اور بہنوئی کو اسلام لانے کی وجہ سے مار مار کر لہو لہان کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے (وضوء یا غسل) کر کے قرآن مجید کی تلاوت کی تھی اور مسلمان ہو گئے تھے (!)

(دیکھئے الحديث: ۲۲۲ ص ۲۷-۲۸)

سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد زید بن عمرو بن نفیل توحید اور دین ابراہیمی پر تھے اور نبی کریم ﷺ کے نبی مبعوث ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”میں نے دیکھا، زید بن عمرو بن نفیل کعبہ سے پیٹھ لگائے، کھڑے ہو کر یہ کہہ رہے تھے کہ: اے قریشیو! اللہ کی قسم، میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ (اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: وہ (زید) لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا تو یہ اس سے کہتے: اسے قتل نہ کر، اس کے تمام اخراجات میں اپنے ذمہ لیتا ہوں، پھر وہ اس لڑکی کو لے لیتے تھے۔ جب وہ بڑی عمر کی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے: اگر تو چاہے تو تیری لڑکی تیرے حوالے کر دوں، ورنہ میں ہی اس کے سارے معاملات پورے کروں گا۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲۸)

زید بن عمرو وہ ذبیحہ نہیں کھاتے تھے جو بتوں کے آستانوں پر ذبح کیا جاتا تھا یا جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا جاتا تھا۔ زید بن عمرو قریش مکہ کو ملامت کرتے ہوئے کہتے کہ: بکری کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کے لئے آسمان سے پانی اللہ نے برسایا ہے اور زمین سے اس کے لئے سبزہ (اللہ نے) اُگایا ہے۔ پھر تم اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو!؟ وہ قریش والوں پر (اس شرک کی وجہ سے) سخت انکار کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲۶)

زید بن عمرو نے تحقیق کرنے کے بعد اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا فرمائی:

”اللهم انی أشهد أني علی دین ابراهيم“ اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۸۲۶)

زید بن عمرو کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یأتی یوم القيامة أمة وحده“ وہ قیامت کے دن ایک امت (کی حیثیت سے) ہو کر آئے گا۔

(المستدرک للحاکم ص ۲۱۶/۲۱۷ ح ۴۹۵۶ وسندہ حسن، صحیح الحاکم علی شرط مسلم و آقرہ الذہبی فی التلخیص)

آرؤی نامی ایک عورت نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر مروان بن الحکم الاموی کی عدالت میں جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے میری زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ عدالت میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث سنا کر فرمایا:

”اللهم إن كانت ذبة فعم بصرها واقتلها في أر ضها“ اے میرے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسے اس کی زمین میں ہلاک کر۔

راوی حدیث (عروہ) کہتے ہیں کہ: وہ عورت مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی اور پھر وہ ایک دن اپنی زمین پر چل رہی تھی کہ ایک گڑھے (کنویں) میں گر کر مر گئی۔ (صحیح مسلم: ۱۶۱۰ و ترقیم دارالسلام: ۴۱۳۴)

اولیاء اللہ سے دشمنی کا یہ انجام انتہائی عبرت ناک ہے مگر پھر بھی لوگ باز نہیں آتے۔ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بہت کم روایات ہم تک پہنچی ہیں جن میں سے دو حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں۔

ایک دفعہ کوفہ کی بڑی مسجد میں کسی (ظالم اور بد نصیب) شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا تو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور وہاں نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث سنائی جس میں عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کا ذکر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”أبو بكر في الجنة، وعمر في الجنة، وعثمان في الجنة، وعلي في الجنة“ إلخ ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں اور علی جنتی ہیں... إلخ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”والله لمشهد شهده رجل يغبر فيه وجهه مع رسول الله ﷺ أفضل من عمل أحدكم ولو عمر عمر نوح عليه السلام“ اللہ کی قسم! جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی معرکے میں حاضر رہا ہے اور اس کے چہرے پر غبار پڑا ہے وہ تمہارے تمام (نیک) اعمال سے افضل ہے اگرچہ تمہیں نوح علیہ السلام کی عمر بھی مل جائے۔ (دیکھئے مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۷ ح ۶۲۹ و سندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے غبار کو بھی کسی نیک انسان کا عمل نہیں پہنچ سکتا۔ سبحان اللہ نافع (تابعی) فرماتے ہیں کہ آپ (۵۰ھ یا ۵۲ھ تو میں) عقیق (مدینہ سے باہر ایک مقام) پر فوت ہوئے، پھر آپ کو مدینہ لایا گیا اور آپ (مدینہ میں) دفن کئے گئے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۴ و سندہ حسن) آپ جمعہ کے دن فوت ہوئے تھے، آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما عقیق چلے گئے اور (مصرفیت کی وجہ سے) نماز جمعہ چھوڑ دی۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۴ و سندہ صحیح)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں حنوط (خوش بو) لگایا اور اٹھا کر مسجد لے گئے، پھر آپ کا جنازہ پڑھا اور دوبارہ وضوء نہ کیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۴ و سندہ صحیح) نافع سے روایت ہے کہ سعید بن زید بصری صحابی تھے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ وہ (سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ) جمعہ کے دن بیمار ہیں تو انہوں نے سورج بلند ہونے اور نماز جمعہ قریب ہونے کے باوجود جمعہ چھوڑ دیا اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ (صحیح بخاری: ۳۹۹) رضي الله عنه

سیدنا ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ سے محبت کے لئے دیکھئے الحدیث: ۲۵

حافظ ندیم ظہیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احسن الحدیث

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا مقام

﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لِكُلٍّ لَّا يَكُون عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۖ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾
اور جب آپ اس شخص کو، جس پر اللہ نے بھی احسان کیا اور آپ نے بھی، یہ کہہ رہے تھے کہ: ”اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو“ تو اس وقت آپ ایسی بات اپنے دل میں چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ پھر جب زید اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے آپ سے اس (عورت) کا نکاح کر دیا، تاکہ مومنوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان سے حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔ [الاحزاب: ۳۷]

فقہ القرآن:

- ۱: سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (اپنی بیوی کی) شکایت کرنے (نبی ﷺ کے پاس) آئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ((اتق اللہ وأمسك عليك زوجك)) اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو۔ [بخاری: ۷۴۲۰]
- ۲: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ﴿وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ﴾ سیدہ زینب بنت جحش اور زید بن حارثہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ [بخاری: ۷۷۸۷]
- ۳: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کچھ چھپانے والے ہوتے تو اس (مذکورہ آیت) کو چھپاتے۔ [بخاری: ۷۴۲۰]
- ۴: اللہ تعالیٰ نے اولاً اہل اسلام پر منہ بولے بیٹے کی حیثیت کو منکشف کیا۔ (دیکھئے شمارہ: ۱۲) پھر متنبی کی (سابقہ) اہلیہ سے نکاح کروا کر یہ واضح کر دیا کہ منہ بولے بیٹے کی حقیقت ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ سے زیادہ نہیں ہے۔
- ۵: رسول اللہ ﷺ شرم و حیا کے پیکر تھے۔
- ۶: حق کی نشر و اشاعت میں لوگوں کے طعن و تشنیع سے بے پروا ہو کر خوف الہی کو اختیار کرتے ہوئے اس کی تبلیغ و ترویج میں کوشاں رہنا چاہئے۔
- ۷: سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام قرآن مجید میں درج کر کے قیامت تک کے لئے مومنوں کی زبان پر جاری کر دیا۔
- ۸: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح (سات) آسمانوں پر (سے) طے پایا۔ [بخاری: ۷۴۲۰]

حافظ زبیر علی زئی

قرینہ (المسلمین)

نماز ظہر کا وقت

حدیث: ۶ ”عن أنس بن مالك قال: كنا إذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم

بالظواهر سجدنا على ثيابنا اتقاء الحر“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نمازیں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱/۷۷۷ ج ۵، واللفظ لہ صحیح مسلم: ۱/۲۲۵ ج ۲۲۰)

فوائد:

(۱) اس روایت اور دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے، اور ظہر کی نماز اول وقت پڑھنی چاہئے۔

(۲) اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا وقت زوال کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے۔ (الافصاح لابن ہبیرۃ: ج ۱ ص ۷۶)

(۳) جن روایات میں آیا ہے کہ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو ان تمام احادیث کا تعلق سفر کے ساتھ ہے جیسا کہ صحیح البخاری (ج ۱ ص ۷۷۷ ج ۵) کی حدیث سے ثابت ہے، حضر (گھر، جائے سکونت) کے ساتھ نہیں۔ جو حضرات سفر والی روایات کو حدیث بالا وغیرہ کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں، ان کا موقف درست نہیں۔ انہیں چاہئے کہ یہ ثابت کریں کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھی ہے۔؟! (۴) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کرو اور جب دو مثل ہو جائے تو عصر پڑھو۔“

(موطا امام مالک: ۱/۸۷ ج ۹)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کی نماز زوال سے لے کر ایک مثل تک پڑھ سکتے ہیں، یعنی ظہر کا وقت زوال سے لے کر ایک مثل تک ہے اور عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نے التعلیق المجد (ص ۲۱ حاشیہ ۹) میں اس موقف اثر کا یہی مفہوم لکھا ہے، یہاں بطور تنبیہ عرض ہے کہ اس ”اثر“ کے آخری حصہ ”فجر کی نماز اندھیرے میں ادا کر“ کی دیوبندی اور بریلوی دونوں فریق مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ یہ حصہ ان کے مذہب سے مطابقت نہیں رکھتا۔

(۵) سید بن غفلہ رحمہ اللہ نماز ظہر اول وقت ادا کرنے پر اس قدر ڈٹے ہوئے تھے کہ مرنے کے لئے تیار ہو گئے، مگر یہ گوارا نہ کیا کہ ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ ہم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت میں نماز ظہر ادا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۲۳ ج ۳۲۷)